مسلسل اشاعت کے 57 سال

ماہنامہ

# الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

682 / ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ، جون ۲۰۲۲

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ

مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ

مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر ............ 57
شمارہ نمبر ........... 09
ذی الحجہ .......... ۱۴۴۳ھ
جون .......... ۲۰۲۲ء

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

# ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

| بانی | باہتمام | نگران | مدیراعلیٰ |
|---|---|---|---|
| حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ | حضرت مولانا انوار الحق صاحب | مولانا حامد الحق حقانی | حافظ راشد الحق سمیع حقانی |

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

## فہرست مضامین


- نقش آغاز: ترکی کی نامور علمی و روحانی شخصیت شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کی رحلت ............ مولانا راشد الحق سمیع ۲
- فقہی وعلمی مسائل اوران کے جوابات ............ افادات: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۴
- حقانی نسبتوں کی عظمتیں، رفعتیں اور وسعتیں ............ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ۱۰
- قربانی کی تاریخ، فضائل اور مسائل ............ مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی ۱۶
- فکر شیخ الہندؒ: تحریک عزیمت کا تسلسل ............ حضرت مولانا محمد زاہد انور ۲۵
- مدرسین کے لیے ضروری امور ............ مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی ۳۷
- شریعت کی روشنی میں مہنگائی کے اسباب اوران کا حل ............ مفتی محمد راشد ڈسکوی ۴۵
- دارالعلوم کے شب و روز ............ صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۷
- تعارف وتبصرہ کتب ............ مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰


ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com -------- موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/50 روپے۔ سالانہ -/500 روپے۔ بیرون ملک $ 40 امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

# ترکی کی نامور علمی وروحانی شخصیت شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کی رحلت

شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کی جدائی کے حادثے سے وہ لوگ بہت زیادہ صدمے میں ہوں گے جنہیں آپؒ کی شخصیت، کردار، خدمات اور کوششوں سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہو، دور حاضر میں جس طرح اہلیان پاکستان سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل تصوف وسلوک کے شیخ المشائخ خواجہ مولانا عبدالمالک نقشبندیؒ، مولانا خواجہ خان محمد کندیاںؒ، مولانا مفتی محمد فریدؒ، شفیق الامت مولانا عزیز الرحمٰنؒ، مولانا مفتی پیر مختار الدین شاہ مدظلہ اور مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی خدمات سے واقف ہیں اسی طرح ترکی میں سلسلہ نقشبندیہ کے روح رواں شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کی شخصیت تھی جس کے علوم و معارف اور روحانی شخصیت سے وہاں کے باشندگان کیساتھ عالم عرب کے باسی بھی فیضیاب ہورہے تھے، عالم اسلام میں ان شخصیات کی وجہ سے ہی سلسلہ نقشبندیہ آباد و شاداب اور تصوف کا شجرہ طیبہ ہرا بھرا ہے، حضرت آفندیؒ ۲۳ جون ۲۰۲۲ء کو ۹۵ سال کی عمر میں دار الفناء سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ترکی میں جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کیا گیا تو وہاں کے بعض علماء ومشائخ نے چھپ چھپ کر اور درختوں کے نیچے بیٹھ کر، دیہات اور گاؤں میں وہاں کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا شروع کیا، جب وہاں کے لوگ سیکولر فوج کو آتے دیکھتے تو فوراً بچے کھیتی باڑی میں مشغول ہوجاتے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ بچے کوئی تعلیم حاصل نہیں کر رہے بلکہ کھیتی باڑی میں مشغول ہیں، ان طالبعلم بچوں میں شیخ محمود آفندی نقشبندی صاحبؒ بھی شامل تھے۔ آپؒ نے اس بامشقت طریقے سے دینی تعلیم کی تکمیل کی اور فراغت کے بعد یہی سلسلہ اپنے گاؤں میں جاری رکھا لیکن اسی دوران آپؒ کے دو خلفاء شہید کئے گئے تو ایسے حالات میں آپؒ نے وہاں سے شہر کا رخ کیا جہاں ایک قدیم مسجد تھی، وہاں رہتے ہوئے چالیس سال تک دینی تعلیم دیتے رہے اور نئی نسل کو رفتہ رفتہ دین اور اسلامی تعلیمات کی طرف راغب فرماتے رہے، شروع شروع تقریباً دو عشروں تک شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کے پیچھے کوئی نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں تھا، تقریباً اٹھارہ سال کی سخت محنت، جدوجہد اور انتھک کوششوں کے بعد لوگ آپ کی بات سننے کے لئے آنے لگے اور آپؒ کی دینی تعلیمات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اسی محنت ولگن، کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ آج جب اسی مسجد میں اذان ہوتی ہے تو لوگ جوق درجوق نماز کے لئے اس مسجد میں آنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں جو حضرت شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ جیسے علماء کے اخلاص اور جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کیا گیا تو وہاں کے بانی کمال اتا ترک نے عربی کتب اور دینی علوم پر مکمل پابندی لگادی،اس وقت شیخ آفندیؒ نے اپنے طلبا کوصرف اورنحو کے قواعد، ارکان اسلام کے مسائل انگلیوں اور ہاتھوں کے اشاروں سے سمجھاتے تھے، اللہ نے آپؒ کو سمجھانے کا ملکہ عطافرمایا تھا، اتنی مشقتوں اور تکالیف کے بعد اب ترکی میں بہت بہترین اور آسان طریقے سے دینی تعلیم پڑھائی جاتی ہے ۔شیخ محمود آفندیؒ نے عملی سیاست کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ آپ نے سلوک واحسان اور طریقت ومعرفت کے راستے سے سیکولر ترکی کو اپنے خصوصی مرید اورتربیت یافتہ صدر اردگان جیسا عظیم، جراتمند، عالمی اوراسلامی لیڈر دیا جس نے کمال کی ترکی پر پون صدی پرمحیط لادینیت پرمبنی سیاہ اندھیروں کوشریعت وطریقت کے نور سے منور کردیا اوراسلامی جراتمند حکومت کے ذریعے آپؒ نے ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے عملی کردار ادا کیا،اب یہی اردگان عالمی قوتوں اورمغرب کی آنکھوں کا کانٹا بن گیا ہے لیکن یہ مردِ آہن اپنے اہداف سے پیچھے ہٹنے والانہیں،مختصر یہ کہ دین اسلام کے تمام شعبے اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ٹھوس اور منطقی نتائج دیتے چلے آرہے ہیں،چاہے شریعت کے راستے سے ہوں یا طریقت کے راستے سے،اسی طریقت کی کونپل سے اردگان جیسے رجال کار پیدا ہوئے۔ ع نگاہِ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ کا اکابر علمائے دیوبند کے ساتھ گہرا روحانی اور نیازمندانہ ربط رہا، ایک جگہ انہوں نے حضرت قاسم نانوتویؒ کو چودھویں صدی کا مجدد،مولانا اشرف علی تھانویؒ کوشیخ المشائخ اورحضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کوامام،محدث اور علامہ لکھا ہے ۔والدمکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب ترکی تشریف لے گئے تو وہاں حضرت شیخ محمود آفندی نقشبندیؒ سے بھی ملاقات کی۔

شیخ محمود آفندیؒ نہ صرف روحانی شخصیت تھے بلکہ وہ ایک گہری علمیت کے حامل ایک نامور مفسر اور ایک بہترین مصنف بھی تھے۔اٹھارہ جلدوں پرمشتمل ترکی زبان میں ''روح الفرقان'' کے نام سے تفسیر لکھی ہے جوکہ اہل علم سے دادتحسین وصول کرچکی ہے ،آپؒ کی وفات سے نہ صرف ترکی بلکہ عالم اسلام ایک مصلح اور جید عالم دین سےمحروم ہوگیا اور ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا جس کا پُر ہونا بظاہر ناممکن نظر آرہا ہے۔آپؒ کا جنازہ ترکی کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا،ترک قوم کی تعلیم وتربیت اورنئی اٹھان میں آپؒ کا بہت بڑا کردار ہے،اہل پاکستان، اہل اسلام اور دارالعلوم حقانیہ حضرت کی جدائی کو اپنا مشترکہ نقصان اورغم سمجھتے ہیں، اس دکھ درد کی گھڑی میں ہم ترک قوم کے شانہ بشانہ ہیں،جامعہ حقانیہ میں شیخ آفندیؒ کے ایصال ثواب کیلئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا،اللہ تعالیٰ آپؒ کی مغفرت فرمائے اوراعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کواس عظیم صدمے پرصبرجمیل عطافرمائے (آمین)

مرتب: حافظ خرم شہزاد
مدیر بزم شیخ الہندؒ گوجرانوالہ

# فقہی و علمی مسائل اور ان کے جوابات

## افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

(۲)

امام الاولیاء، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز کی نگرانی وسرپرستی میں شائع ہونے والے شہرۂ آفاق مجلّہ ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں ۶۰ء کی دہائی میں ''فقہی و علمی مسائل اور ان کے جوابات'' کے عنوان سے ادارہ ''خدام الدین'' کے نام جو فقہی و علمی مسائل آتے حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اُن میں سے بعض سوالات کے جوابات تحریر فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا، مختلف دینی وشرعی، علمی وفقہی، تاریخی وسیاسی مسائل پر مدلل انداز کے ساتھ جوابات شائع ہوتے رہے۔ ''خدام الدین'' لاہور کی قدیم فائلوں میں یہ سوالات ایک تاریخی ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں جسے ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اعلیٰ مولانا راشد الحق سمیع مدظلہ سے مشاورت کے بعد افادۂ عام کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

---

### داڑھی کی مسنون مقدار

سوال: داڑھی کی مسنون مقدار کیا ہے، مشہور یہ ہے کہ مٹھی بھر سے زیادہ کٹوانی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں منقول ہے، اگر یہی چیز سنت ہے تو شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ العزیز اور بعض دیگر اکابر کے عمل کی کیا توجیہہ ہے؟ جنہوں نے مٹھی بھر سے زیادہ بھی نہیں کٹوائی اور داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑا۔ براہِ کرم تفصیل سے ''خدام الدین'' میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کردیں تاکہ اس بارہ میں پوری تسلی ہو اور اطمینان حاصل ہو۔

جواب: داڑھی اور اس کی مقدارِ مسنونہ کے بارہ میں جتنی بھی قوی اور مستند احادیث وارد ہوئی ہیں ان سب کو سامنے رکھ کر سرسری مطالعہ کرنے سے بھی داڑھی کے اہم ترین شعائر اسلام اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی مقدارِ مسنون کے بارہ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء متعین ہوجاتا ہے۔ ائمہ حدیث، علمائے لغت کی تشریحات اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بارے میں اصحابِ شمائل اور علماءِ سِیَر کی تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑنا اور مونچھوں کو ترشوانا تھا پھر اجلّہ صحابہؓ وتابعینؒ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مٹھی بھر سے زیادہ داڑھی رکھنا غیر مسنون نہیں بلکہ سنت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کی تعمیل ہے، سب سے پہلے یہاں چند وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ خود بخود واضح صورت میں سامنے آجاتا ہے۔

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحیٰ خالفوا المجوس (مسلم: ٢٦٠)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مونچھوں کے بال ترشوا کر کم کردو اور داڑھیوں کو لمبی کرواور اس طرح مجوس کی مخالفت کرو۔''

یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری شریف میں اس طرح منقول ہے:

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب (البخاری: ٥٨٩٢)

حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا: ''مخالفت کرو مشرکین کی۔ داڑھیوں کو خوب بڑھاؤ اور مونچھوں کے بال کٹوایا کرو۔''

حضرت ابن عمرؓ کی یہی روایت ترمذی شریف (جلد:۲، ص:۱۰۰) میں بھی معمولی تغیر وتبدل کے ساتھ دو الگ الگ طریقوں سے منقول ہے اور امام ترمذیؒ نے دونوں روایات کو حسن صحیح کہا ہے اور ان کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ روایات ابن عمرؓ میں مشرکین سے حسب تصریح محدثین، مجوس ہی مراد ہیں۔ جن کی عادت داڑھی کو منڈوانا اور اسے کم کرنا تھی۔ شریعت نے شدت سے اس تہذیب کی ممانعت فرما کر غیر مسلم اقوام کے عادات واطوار اور ان کے تشبہ (مشابہت اختیار کرنے) سے اجتناب واحتراز کی تلقین کی اور واضح کردیا کہ داڑھی رکھنے کا تعلق ایک رواج اور محض وقتی عادات سے نہیں بلکہ اس کی حیثیت مسلمانوں کے اہم شعار اور اسلامی تہذیب وثقافت کے ایک امتیازی نشان ہونے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کم کرنے میں مجوسیوں کی عادات سے مخالفت کرنے اور

اسے لمبا کرنے کا حکم دیا اور لمبا کرنے کے بارے میں جو الفاظ وارد ہوئے ان سب سے اس کی مقدار مسنون پر روشنی پڑتی ہے۔ داڑھی کے بڑھانے کے بارہ میں مذکورہ روایات اور دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر ہمیں پانچ الفاظ ملتے ہیں کہیں ارخوا اور وفّرُوْ ا کا لفظ استعمال کیا گیا، کہیں اِرْخُوا سے اور کہیں اعفوا وارفوا کے الفاظ سے داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ امر کے ان پانچ صیغوں کے مصادر ارخاء توفیر، ارجاء، اعفا اور ایفاء کے بارے میں مشہور شارح حدیث امام نوویؒ فرماتے ہیں: ومعناها كلها تركها على حالها (شرح مسلم النووی) یعنی ان سب الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑ دیا جائے، حافظ الحدیث امام ابن حجر العسقلانیؒ ''وَفِّرُوْا'' کے معنی اتركوها وافرة سے کرتے ہیں یعنی داڑھی کو وافر چھوڑ دو اور ''اوفوا'' کا معنی ''اتركوها وافية'' (بایں حال کہ وہ مکمل اور پوری ہو) ارخوا کے معنی اطيلوها (داڑھی لمبی کرو) سے کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاریؒ وغیرہ نے اعفاء کے معنی لحی تکثیر کے بیان کیے ہیں (بحوالہ مجلّہ، بینات کراچی)

علمائے لغت میں سے صاحب جَمْهَرَةُ اللُّغَة ابن دُرید اور لِسَانُ الْعَرَب وقَامُوْس وغیرہ نے عفیٰ اور اعفیٰ وغیرہ کے معنی لغوی کثیر ہونا، وافر ہونا، طویل ہونا بیان کیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے ابن دقیق العیدؒ سے نقل کیا ہے حقيقة الاعفاء الترك وترك التعرض للحية يستلزم تكثيرها (فتح الباری، جلد۱۔ بحوالہ بینات) اعفاء کی حقیقت ترک کرنا ہے اور جب داڑھی سے تعرض نہ کیا جائے تو لازماً اس میں تکثیر ہوگی۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف داڑھی رکھنا نہیں بلکہ اسے لمبا کرنا اور بہت بڑھانا ہے۔ فقہاء، علماء و تابعین اور اور اجلہ اکابر کی ایک جماعت ان احادیث کے اطلاق اور عموم کی وجہ سے داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنے کو ترجیح دیتے ہیں اور یہاں تک کہ بقول امام طبریؒ فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک داڑھی کے طول وعرض سے کچھ حصہ بھی کٹوانا ظاہر حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (فتح الباری جلد۱۰)

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور الفاظ حدیث کا یہی تقاضا ہے اور ہمارے علماء کی ایک جماعت اور دوسرے علماء کا قول بھی یہی ہے۔ والمختار ترك اللحية على حالها وان لايتعرض لها بتقصير شيئ اصلاً۔ علامہ شوکانیؒ اور صاحب تحفة الاحوذی وغیرہ بھی مقدار کی تخصیص نہیں کرتے اور احادیث کے عموم اطلاق کے قائل ہیں۔

ملا علی قاریؒ نے ابن الملک کی ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کو مختار اور بہتر قرار دیا ہے۔

قال ابن الملك ان اخذ من اطراف اللحية من طولها وعرضها للتناسب فحسن لكن المختار ان لا ياخذه۔ ( نفع قوت المغتذی حاشیہ ترمذی جلد۲،ص:۱۰۰) داڑھی کوطول وعرض سے برابر کرنا جائز مگر مختار یہ ہے کہ نہ کٹوائی جائے اوراسے بالکل چھوڑ دیا جائے۔

## مقدارِلحیۃ کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

علماء کرام کی ان تصریحات کے علاوہ جب خود ہم حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ممتاز صحابہ کرامؓ کا عمل داڑھی کی مقدار کے بارہ میں دیکھتے ہیں تو اس سے بھی ان احادیث کے اطلاق اورعموم کی تائید ہوجاتی ہے اور یہ بات بلاکسی شبہ کے ثابت ہوجاتی ہے کہ مذکورہ روایات میں لمبائی اورطویل کرنے کا جومجمل حکم ہے، اس کی حد بہرحال مشت بھر سے زیادہ ہے اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بہرحال مٹھی بھر سے زیادہ تھی جس سے مذکورہ اجمال کا بیان بھی ہوجاتا ہے، شمائل سیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بارہ میں کہیں ''كثير شعراللحية'' ہے تو کہیں ''كث اللحية'' ( گھنی داڑھی ) کہا گیا ہے اور کسی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ''عظيم اللحية'' کے لفظ سے کیا ہے اوراس کے ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی ان کے سینہ مبارک کو پُر کیے ہوئے تھی۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ: وكان يعفى لحيته ويأخذ وشاربه (احياء العلوم : جلد۲،ص:۳۸۲) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک بڑھاتے تھے اورمونچھیں کٹواتے تھے۔

## مقدارِلحیۃ اورصحابہ کرامؓ کا عمل

اسی طرح حضرت عمرؓ کے بارہ میں منقول ہے كان كثّ اللحية(استیعات ) حضرت عثمانؓ کے بارہ میں بھی كان عظيم اللحية (اصابۃ بحوالہ بینات ) کے الفاظ وارد ہیں ، مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

لحیۂ امیرالمؤمنین علی پُرمی کرد سینۂ راوھمچنیں لحیۂ عمرؓ وعثمانؓ

'' حضرت علیؓ، حضرت عمرؓاورحضرت عثمانؓ کی داڑھیاں ان کے سینوں کوبھر دیتی تھیں''۔

ان تمام روایات واقوال اورقولی وعملی تصریحات سے داڑھی کا بڑھانا اورلمبا کرنا افضل و بہتر ومسنون معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت الاستاذ مرشدنا شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ بھی مقدارِلحیہ کے بارے میں احادیث کے عموم واطلاق پرعمل کرتے تھے اوراس بناپر داڑھی کے بال نہ کٹواتے تھے۔ ظاہر حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی اسوہ اورصحابہ کرامؓ وتابعینؒ اورمشائخ عظام کا

نمونہ ان کے سامنے تھا۔ ہاں! دوسری طرف فقہاء کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو داڑھی کی مقدار کے بارہ میں ایک قبضہ (مشت بھر) کی تحدید کرتی ہے اور مذکورہ احادیث کی تخصیص کیلئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ذاتی عمل پیش کرتی ہے جو بخاری شریف کے 'باب اللباس' میں اس طرح منقول ہے:

کان ابن عمرؓ اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیتہٖ فما فضل أخذہ۔

''ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا جو حصہ ایک قبضے سے زیادہ ہوتا اسے کٹوا دیتے''۔

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (ابوداؤد ونسائی وابن ابی شیبہ) لیکن جیسا کہ بیان ہوا اکثر علماء وفقہاء اس روایت ابن عمرؓ کو اتنا درجہ نہیں دیتے کہ مذکورہ مرفوع روایات کی تخصیص وتحدید اس سے کرائی جائے، اس کے علاوہ فقہاء ومحدثین نے ابن عمرؓ کے عمل کی کئی توجیہیں اور تاویلیں کی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مقدار مسنون کی آخری حد کو اپنے عمل سے بیان فرمایا کہ داڑھی کٹوانے کی آخری حد ایک مشت ہے۔ یعنی ایک مشت سے زیادہ کٹوانا جائز ہے اور ایک مشت سے کم کرنا اور کٹوانا بالاتفاق حرام اور خلافِ اجماع ہے۔ کئی علماء ومحققین نے حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل کو بیانِ جواز پر محمول کیا ہے اور اس طرح تمام روایات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص داڑھی کٹوانا چاہے تو مٹھی بھر سے زیادہ بوجۂ روایت ابن عمرؓ کٹوا سکتا ہے اور اس سے کم کٹوانا حرام ہے اور اگر بالکل نہ کٹوائے تو اولیٰ، احسن اور مختار ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص داڑھی کو مٹھی بھر سے زیادہ کٹوانا چاہے تو جائز ہے کیونکہ ابن عمرؓ سے ایسا ثابت ہے۔ امام شعبیؒ اور ابن سرینؒ بھی اس کو پسند کرتے تھے مگر دوسری طرف سلف سے داڑھی کا لمبا کرنا منقول ہے۔ جیسے حضرت قتادہ وحسن بصری وغیرہ اور کئی صحابہ کرامؓ! حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: وعندی اخذ اللحیۃ مافوق القبضۃ جائز لکن الاولیٰ ترکھا

''مشت بھر سے زیادہ کا لینا جائز ہے مگر اولیٰ اور بہتر اسے چھوڑ دینا ہی ہے''۔

بہرحال! حضرت الاستاذ ومرشدی (حضرت مولانا احمد علی) لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے عمل دربارۂ مقدارِ لحیہ کی تائید مذکورہ روایات کے ظاہری تقاضے، ان کے حقیقی اور لغوی معانی، اکثر علماء واکابر کی تشریحات وتصریحات اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ سے ہوتی ہے جس کے بارہ میں خلافِ سنت ہونے کا کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان کے طریقہ عمل کو عمل بالاحوط والافضل قرار دینا چاہئے۔ واللہ اعلم

## لاوَلد کی وراثت

سوال: ایک شخص لاوَلد فوت ہوگیا ہے اس کی جائیداد بھی موجود ہے۔ پسماندگان میں ایک بیوہ، آٹھ بھتیجے اور دو بھتیجیاں ہیں ۔ دو سوتیلی بہنیں بھی ہیں، حقیقی بہن متوفیٰ کے سامنے فوت ہوچکی ہے۔ جس کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ متوفیٰ کی وصیت قبل از مرگ یہ تھی کہ میری کلہم جائیداد کے چار حصے کیے جائیں جن میں سے ایک حصہ بیوی کو اور بقایا تین حصص تین بھائیوں کی اولاد میں تقسیم کیے جائیں ۔ بوقت وصیت بھتیجیاں و دیگر اہل محلّہ میں سے بھی کچھ آدمی موجود تھے جو بغرض بیمار پرسی آئے ہوئے تھے۔ سوتیلی بہنوں کو مرحوم حصہ دینا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ انہوں نے پہلے ہی کافی مال پر ہاتھ مارا ہوا ہے ۔ مرحوم کی بیوہ کا حق مہر بھی تین سو روپیہ واجب الادا ہے۔

نوٹ! متوفیٰ کے تین بھائی مرحوم کی زندگی میں ہی فوت ہوچکے تھے۔

المستفتی : ملک محمد یوسف، ملتان

جواب: وباللہ التوفیق۔ سب سے پہلے مالِ متروکہ سے مرحوم کی بیوہ کو اس کا حق مہر دے دیا جائے جو مرحوم کے ذمہ بیوہ کا قرضہ ہے ۔ باقی ترکہ تفصیل ذیل تقسیم ہوگا: کل مال بارہ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا ، اس میں سے ۱/۴ (تین حصے) بیوہ کو دیے جائیں گے حسب ارشادِ خداوندی: وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ (النساء:۱۲) ''اور بیویوں کو چوتھا حصہ دیا جائے گا بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو۔'' اور سوتیلی بہنیں اگر علاتی ہوں (یعنی والد کی طرف سے) تو انہیں دوثلث (آٹھ حصے) دیئے جائیں گے حسب ارشادِباری تعالیٰ: فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ (النساء:۱۷۶) ''اور اگر علاتی بہنیں دو ہیں تو ان کو میراث میں سے دوتہائی دیے جائیں گے۔'' اور بقیہ ایک حصہ آٹھ بھتیجوں پر برابر برابر بطریق عصوبت تقسیم کردیا جائیگا باقی ورثہ چونکہ ذوی الارحام ہیں اسلئے عصبات کی موجودگی میں میراث سے محروم ہیں، رہا وصیت کا معاملہ تو ورثہ کے بارہ میں متوفیٰ کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: لاوصية لوارثٍ ''وارث کے بارہ میں وصیت کا اعتبار نہیں''، نہ متوفیٰ کی خواہش سے سوتیلی بہنیں محروم ہوسکتی ہیں جو مال متوفیٰ کی زندگی میں ان کو دیا گیا ہے۔ اس کا تعلق ترکہ سے نہیں۔ ہاں! اگر سوتیلی بہنوں سے مراد اخیافی بہنیں (والدہ کی طرف سے) ہوں تو ان کو بارہ حصوں میں سے ایک تہائی (صرف ۴ حصے) دیا جائیگا ارشادِ خداوندی ہے: فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ (النساء:۱۲) اور اس صورت میں بھتیجوں کو پانچ حصے اور بیوہ کو تین حصے ملیں گے (ہفت روزہ 'خدام الدین' لاہور۔۲۱/جون ۶۳ء،۱۲/جولائی ۶۳ء)

فقط واللہ اعلم : سمیع الحق کان اللہ لہ،

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ ابوہریرہ

# حقانی نسبتوں کی عظمتیں، رفعتیں اور وسعتیں

آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل مدینہ منورہ سے ایک قافلہ چلا کوفہ، دمشق اور بغداد سے ہوتے ہوئے سمرقند اور بخارا پہنچا۔ وہاں سے نکلا مختلف مراحل طے کرتے ہوئے دیوبند میں فروکش ہوا۔ وہاں سے روانہ ہوا سہارنپور، لکھنؤ سے ہوتے ہوئے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاں لاہور ٹھہرا، وہاں سے رختِ سفر باندھ کر چھچھ، غورغشتی سے ہوتا ہوا محدثِ جلیل امیر المؤمنین فی الحدیث، قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے ہاں اکوڑہ خٹک پہنچا۔ جہاں ۱۷؍فروری ۲۰۲۲ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے تکمیل علم حدیث کرنے والے ۱۵۸۴؍فضلاء کے سروں پر دستارِ فضیلت باندھی گئی۔ احقر نے بھی اسی دارالعلوم حقانیہ میں ۱۹۷۵ء میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۸ء میں دورۂ حدیث پڑھا۔ اسی سال حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ بھی میرے کلاس فیلو تھے، جامعہ حقانیہ سے فیض یاب ہوئے۔ ۸؍سال تک حقانی اساتذہ ومشائخ سے انہیں شرفِ تلمذ رہا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب بھی اسی مرکز علم میں پڑھے، آگے بڑھے اور جامعہ عثمانیہ قائم فرمایا۔ شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحقؒ، مردِ قلندر شیخ الحدیث مولانا انوارالحق' درویش خدامست مولانا عبدالحلیم دیروی بھی اسی خرمنِ علم کے خوشہ چین ہیں۔ استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، شیخ الحدیث محدثِ جلیل مولانا محمد ادریس حقانی نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے حین حیات یہاں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ مولانا حامد الحق حقانی رُکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر مولانا راشد الحق حقانی، جامعہ حلیمیہ پیزو کے مہتمم مولانا محمد محسن شہید، ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا محمد انور صاحب، سابق ایم این اے شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی حقانی بلوچستانی دو مرتبہ سینٹ کا بلا مقابلہ انتخاب جیتنے والے مولانا قاری محمد عبداللہ، جامعہ اسلامیہ چارسدہ کے مہتمم مولانا گوہر شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا غلام محمد صادق، شیخ المشائخ امام الصوفیاء حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ، مبلغ اسلام حضرت مولانا حبیب الحق صاحب مردان، دو سپر پاور کو شکست

دینے والے مولانا جلال الدین حقانی، حکمت وبصیرت کے پیکر یونس خالص، افغانستان سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس مولانا نورمحمد ثاقب، وزیرتعلیم وعظیم محقق ومصنف مولانا عبدالباقی حقانی، افغان جہادی قیادت، طالبان زعماء، سابقہ اور موجودہ طالبان حکومت کے سیاسی زعماء، وزراء ممبرانِ پارلیمنٹ اورحقانی خاندان کے جمیع اساتذہ وخدام بھی اسی مرکزِعلم کے خوشہ چین ہیں......

اسی خرمن کے خوشہ چیں بقدرِ وسعتِ دامن
فقیہ و مفتی و قاضی ، محدث عارف و غازی

جامعہ عثمانیہ ہو، جامعہ حلیمیہ ہو یا جامعہ ابوہریرہ ہو، ملک بھر کے حقانی فضلاء کے مدارس ہوں سب اسی گلشن علم کے سدا بہار گلستان ہیں۔ جامعہ ابوہریرہ کے اساتذہ و مشائخ بھی اسی گلشن علم کے روحانی ابناء ہیں۔ ہمارا تعارف اور پہچان مادرِعلمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا انوارالحق مدظلہٗ جامعہ ابوہریرہ کے اجتماعات میں بار بارفرما چکے ہیں کہ جامعہ ابوہریرہ، جامعہ حقانیہ کی شاخ ہی نہیں بلکہ عین حقانیہ ہے، وہ یہ بھی فرماتے چلے آئے ہیں کہ ہمارے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالقیوم حقانی تمہارا پانچواں بھائی ہے۔شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب بھی جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا تو یہ جملہ ضرور ارشادفرماتے: انتم حقانیون کہ تم سب حقانی ہو، میں تمہیں جامعہ ابوہریرہ سمیت جامعہ حقانیہ کا فاضل سمجھتا ہوں، یہاں کے اراکین وخدام اپنے آپ کو وہاں کی روحانی اولاد سمجھتے ہیں۔ بقولِ شیخ الحدیث مولانا انوارالحقؒ کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ ابوہریرہ کی مثال یک جان دوقالب کی ہے اور جامعہ ابوہریرہ کے ہرفرد، ہراستاذ، ہرطالب علم اور ہرخادم کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ہم جامعہ حقانیہ کے دیئے ہوئے لائحہ عمل اور نصب العین پر خودکو نچھاور کردیں۔ یہی ہماری تمام مساعی کا ہدف ہونا چاہئے، ان کے دلوں کی ہر دھڑکن کی یہی آرزو اور یہی تمنا ہوتی ہے کہ......

من تو شدم تو من شدی، من جان شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حقانی مشن، حقانی معارف، حقانی منہج، حقانی لائحہ عمل، حقانی اہداف اور جمیعِ حقانیین کا ہر سانس مرکزعلم مادرِعلمی جامعہ حقانیہ کی ہرادا، ہر پیغام اوراس کے ذرّے ذرّے پر نچھاور ہونے کے لئے تیار رہتا ہے:

اس نرگس مخمور کی دزدیدہ نگاہیں
ہے میرے لئے جرعۂ صہبائے نظر اور
اللہ رے اس دردِ محبت کے کرشمے
اب ہیں میرے یہ قلب و جگر، قلب و جگر اور
اک توشۂ امیدِ کرم لے کے چلا ہوں
کچھ اس کے سوا پاس نہیں زادِ سفر اور

فقیہ العصر سرتاج الاولیاء استاذ المحدثین حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ کو جب دارالعلوم حقانیہ میں تقرری و تدریس کا مسئلہ درپیش تھا تو انہیں اپنے شیخ مولانا عبدالمالک صاحب نے استخارے کا مشورہ دیا۔ آپؒ نے استخارہ کیا، استخارہ میں خواب دیکھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے مرکزی دروازہ پر یہ آیت مرقوم تھی: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آلِ عمران:۹۷) ''اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پاجاتا ہے۔''

سب واردین جامعہ حقانیہ کی شہادت ہے کہ ہم جب بھی دارالعلوم حقانیہ میں قدم رکھتے ہیں غموم وہموم کافور ہوجاتے ہیں، پریشانی اور ہر قسم کی ڈپریشن ختم ہوجاتی ہے۔ جامعہ حقانیہ میں آنے والے اساتذہ، مشائخ، علماء، اولیاء، صلحاء، اور فضلاء کے علاوہ ملک و بیرونِ ملک سے آنے والے اضیاف، مختلف سرکاری محکموں کے آفیسرز، سیاسی قائدین اور حکومتی عمائدین جب یہاں پہنچتے اور چند لمحے گزارتے ہیں تو بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہاں بڑی رحمت برس رہی ہے۔ بعض لوگوں کی زبان سے سنتے ہوئے سننے والے بے اختیار اپنے باطن میں جھانکتے ہیں اور بے اختیار ان کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ تم نے ہمارے دل کی ترجمانی کردی ہے۔ سب کہنے لگتے ہیں کہ آج جامعہ حقانیہ میں قدم رکھا یوں محسوس ہوا گویا جیتے جی اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں جنت میں داخل کردیا ہے......

کیوں دل کو غم عشق سے سیری نہیں ہوتی
یہ بات خود اِک راز نہاں میرے لئے ہے
دنیا میں سکوں اور کہیں مل نہیں سکتا
بس ایک درِ پیرِ مغاں میرے لئے ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی عظیم علمی و درسی کاوش ''زین المحافل'' شرح الشمائل للترمذی کی تقریب رونمائی میں احقر نے جامعۃ الحمید لاہور کے بانی و مؤسس شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جانؒ

کو ان کے حسب خواہش مدینہ منورہ سے لایا ہوا جبہ مولانا سمیع الحق شہید کو پہنانے اور خطاب کرنے کی دعوت دی، جب انہوں نے حضرت الشیخ الشہید کو جبہ پہنایا اور مختصر خطاب بھی کیا تو اس موقع پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ارشاد فرمایا:

''حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے حکیم الاسلام تھے، بڑی عظیم شخصیت تھے، آپ سب حضرات انہیں بخوبی جانتے ہیں، وہ حضرت والد صاحب (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) کو جب تقسیم سے قبل وہاں مدرس تھے، سالانہ تعطیلات کے موقع پر ہر رمضان میں یہ خواہش اور فرمائش کیا کرتے تھے کہ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لاؤ گے تو میرے لئے وہاں سے ایک جبہ بھی ساتھ لیتے آنا اور بڑی تفصیل سے جبہ کے بارے میں خط لکھتے کہ: ''اس کا رنگ، سلائی، سلوٹیں، جبہ کے بارے میں تمام ضروری اُمور کی ہدایات تحریر فرماتے''۔

پھر حضرت والد مکرم جبہ کی تلاش میں لگ جاتے۔ وہ جبہ چترال میں تیار ہوتا تھا۔ والد گرامی چترال سے منگوا کر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ جبہ وصول ہونے پر ایک مرتبہ حضرت قاری صاحبؒ کا والد صاحبؒ کے نام خط آیا تحریر فرمایا تھا کہ:

''آپ کا عنایت فرمودہ ''جبہ'' تبرک بھی ہے تذکر بھی، تزیّن بھی ہے اور تشکر بھی، شیخ الحدیث مولانا حمید اللہ جان کی عنایت عظیمہ ورفیعہ کے بارے میں، میں بھی اپنے اکابر کی نقل کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ آپ کی یہ وقیع عنایت تبرک بھی ہے اور تذکر بھی، تزین بھی ہے تشکر بھی''۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کی طرح شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ نے بھی اکابر علماء و مشائخ کے ہاتھوں سے ملنے والے جبہ کو تبرک، تذکر، تزین اور تشکر قرار دیا۔ ہمیں اپنی مادر علمی جامعہ حقانیہ اور حقانی مشائخ کی طرف سے جامعہ ابوہریرہ ملا، یہاں حقانی مشائخ و مدرسین اور قابل صدر رشک حقانی اساتذہ کا حسین سدابہار گلستانِ علم ملا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی قربتوں کے سایہ نے اپنے سایہ رُشد و ہدایت کی برکتوں میں ایک نوزائیدہ کونپل جامعہ ابوہریرہ کو ایک تناور اور ثمرآور اور سایہ دار درخت بنا دیا جس سے جامعہ ابوہریرہ گلشن علم کی ہر کیاری جامعہ حقانیہ کے شفاف چشموں سے آنے والے پانی سے سیراب ہورہی ہے جس کے قرب اور رحمت بھرے سایہ کے نیچے ہمیں جینے کے لمحات ملے ہیں، اگر حقانیہ ہمارا وردِ زبان رہے جس کا نام بذاتِ خود ایک تبرک بھی ہے اور تذکر بھی، تزین بھی ہے اور تشکر بھی تو پھر موردِ الزام کیوں

ٹھہرایا جارہا ہے......

دیکھتا ہوں خواب کوئی یا ہوں اپنے جوش میں
ائے خوشا قسمت، کہاں میں اور کہاں پہلوئے دوست
ائے وفورِ شوق، اتنی فرصت نظارہ دے
جذب کرلوں دیدۂ دل میں بہارِ روئے دوست

حقانی مشائخ واساتذہ نے ہمیشہ اپنے روحانی ابناء حقانیین ( بالخصوص جامعہ ابوہریرہ کے اساتذۂ کرام ) کو یہ درس دیا ہے کہ سلف صالحین بھی ہماری طرح چلتے پھرتے لوگ تھے مگر انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو مجتمع کر کے نہ صرف زمانے سے اپنا آپ منوانے کے لئے صَرف کیا بلکہ دوسروں پر بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حالات اور زمانے کا رونا رونے اور دوسروں کی طرف دیکھتے رہنے کے بجائے انسان اگر کمرِ ہمت باندھ لے اور کسی شعبہ اور کسی فن کو اپنی تگ وتاز کا ہدف بنالے تو کوئی وجہ نہیں کہ ترقی وعروج اس کے قدم نہ چومے اور وہ دوسروں کے لئے روشنی کا مینار بننے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حقانی علماء میں سینکڑوں فضلاء ایسے بھی ملیں گے جو اپنے حقانی مشائخ کے ہدایات پلے باندھ کر میدانِ عمل میں اُتر کر علم وعمل کے آفتاب وماہتاب بن گئے۔

جامعہ ابوہریرہ کے پس منظر میں محدثِ جلیل امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا عبدالحقؒ شہید ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحق، صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زروبویؒ، مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید یہ، شیخ الحدیث مولانا انوارالحق، شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم دیروی، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ، فیقہ النفس مولانا محمد علی سواتی، ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر مولانا راشدالحق، مردِ مجاہد مولانا حامدالحق اور مردِ قلندر محدثِ جلیل مولانا محمد ادریس حقانی جیسے علماء؛ مشائخ واساتذہ کی توجہات اور بھرپور دُعائیں اپنا کام کررہی ہیں ...... ع گرچہ خوردیم نسبت ایست بزرگ

یارانِ نکتہ دان پوچھتے ہیں کہ جب جامعہ ابوہریرہ اور دارالعلوم حقانیہ یک جان دو قالب ہیں، دونوں کا مشن بھی ایک ہے، ہدف بھی ایک ہے، غرض بھی ایک ہے، فکر بھی ایک ہے، نظریہ بھی ایک ہے تو پھر جامعہ ابوہریرہ کی عمارت علیحدہ کیوں ہے؟ جامعہ ابوہریرہ کا انتظام الگ کیوں ہے؟ جامعہ ابوہریرہ کی چار دیواری مستقل کیوں ہے؟ جواب ظاہر ہے کہ یہ تقسیم کار ہے۔ ذمہ داریوں کا تنوع ہے اور دائرۂ فرائض کی تعیین ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیمات کا مرکز ہے، انواراتِ وحی کا منبع ہے، ارشاداتِ نبویؐ کا مبدأ ہے پھر بھی ایک گوشے میں ایک چبوترہ بنتا ہے، ''صفہ'' نام قرار پاتا ہے، ''صفہ'' کا ہدف وہی ہے جو مسجد نبویؐ کا ہے، مشن وہی ہے جو مسجد نبویؐ کا ہے۔ مقصد وہی ہے جو مسجد نبویؐ کا ہے غرض وہی ہے جو مسجد نبویؐ کی ہے۔ نصاب وہی ہے جو مسجد نبویؐ کا ہے حتیٰ کہ اصحابِ صفہ بھی اصحاب النبی ہی ہیں البتہ یہ مکتبِ عشق کے وہ فرزانے ہیں جنہیں چھٹی نہیں ملتی، ان کو یکسوئی سے کام کرنا ہے یہ ریز رو فورس ہے ان کو کسی بھی خدمت کے لئے طلب کیا جاسکتا ہے یہ درہم و دینار کے بندے نہیں ہیں، یہ خدمت اور کام کے افراد ہیں۔ مجھے استادِ محترم حضرت مولانا انوار الحق مدظلہم اور مولانا حامد الحق مدظلہم کی مشاورت اور اشارہ پر مخدوم زادہ ذی قدر مولانا راشد الحق سمیع حقانی ودیگر نے یہ اصرار فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کا منبر جس پر تم کو امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے بٹھایا تھا، وہ منبر تمہاری راہ تک رہا ہے، میں نے اشارہ (جو بمنزلہ حکم کے تھا) سمجھ لیا فوراً لبیک کہا، مسجد کے در و دیوار نے ۲۲ رسال بعد دارالعلوم حقانیہ کے عاشق زار کی آواز سنی تو اپنے دامن میں لے لیا۔ چپہ چپہ نے مسرت کی لہروں میں لپیٹ لیا، درسگاہوں نے ادارے کے مؤسس و بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی محبت اور شفقت بھری ادائیں اور یاد دلادیں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تشجیعات، تسامح اور عفو ودرگذر کی اداؤں نے دل موہ لیا۔

جب حقانیہ کے اربابِ بست وکشاد نے مجھے جامعہ کے شعبہ ہائے تخصصات میں تدریسی حصہ لینے کا حکم فرمایا تو میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا منظر سامنے آگیا۔ میں نااہل اور گنہ گار کہاں اور یہ عظمتِ علم کی بہار کہاں؟ فوراً وجدان نے آواز دی۔ جامعہ ابوہریرہ اور دارالعلوم حقانیہ الگ الگ ہیں؟ نہیں نہیں دونوں ایک ہیں دونوں کی درسگاہیں میری درسگاہیں ہیں، تخصص فی الدعوۃ والارشاد اور تخصص فی الحدیث کے اسباق حوالہ کردیئے گئے، یوں قالب بھی دو نہ رہے، قالب بھی ایک ہوا جسطرح ہر درجہ کی درسگاہیں الگ الگ ہوتی ہیں، طلباء کے رہائشی کمرے الگ الگ احاطے میں ہوتے ہیں، اس طرح جامعہ ابوہریرہ اور دارالعلوم حقانیہ بھی ایک ہی قالب کے دو حصے ہیں، یہ یک جان بھی ہیں یک قالب بھی ہیں اور تب تک رہیں گے، جب تک سمندروں میں پانی اور پانی میں روانی ہے۔ سورج چمکتا ہے اور چاند دمکتا ہے، ستارے نکلتے ہیں اور چشمے اُبلتے ہیں، لالہ مہکتا ہے اور بلبل چہکتا ہے، کہسار کھڑے ہیں اور درخت گڑھے ہیں بلکہ یہ نسبت آخرت میں بھی ہماری شفاعت اور نجات کا سبب بنے گی اور اسی نسبت سے ہم جنت میں ان شاء اللہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی قدم بوسی اور شہید ختم نبوت حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی دست بوسی کا شرف حاصل کریں گے۔

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی
نامور مصنف و محقق انڈیا

# قربانی کی تاریخ، فضائل اور مسائل

## قربانی کی تاریخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کررہے ہیں۔ نبیؑ کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے جب باپ نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو فرمانبردار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا جواب تھا: ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کرڈالئے! ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے (الصفت:۱۰۲) بیٹے کے اس جواب کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب مکہ مکرمہ سے ذبح کرنے کے لیے لے کر چلے تو شیطان نے منیٰ میں تین جگہوں پر انہیں بہکانے کی کوشش کی جس پر انہوں نے سات سات کنکریاں اس کو ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔

آخرکار رضا الٰہی کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کے ٹکڑے کو منہ کے بل زمین پر لٹادیا، چھری تیز کی، آنکھوں پر پٹی باندھی اور اس وقت تک چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا نہ آگئی۔ اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں (الصفت:۱۰۵۔۱۰۴) چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا (الصفت:۱۰۷)

اس واقعہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانوروں کی قربانی کرنا خاص عبادت میں شمار ہوگیا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بھی ہر سال قربانی نہ صرف مشروع کی گئی، بلکہ اس کو اسلامی شعار بنایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جانوروں کی قربانی کا یہ سلسلہ کل قیامت تک جاری رہے گا (ان شاء اللہ)

## قربانی کا حکم

تمام فقہاء وعلماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر متفق ہیں، البتہ قربانی کو واجب یا سنت مؤکدہ کا نام دینے میں زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے وجوب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ البتہ فقہاء وعلماء کی دوسری جماعت نے بعض دلائل کی روشنی میں قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے لیکن عملی اعتبار سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا اہتمام کرنا چاہیے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا غلط ہے خواہ اس کو جو بھی نام دیا جائے۔ جواهر الاكليل شرح مختصر خليل میں امام احمد بن حنبلؒ کا موقف تحریر ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے۔ صحابہ وتابعین عظام سے استفادہ کرنے والے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قربانی کے وجوب کی رائے احتیاط پر مبنی ہے۔

## قربانی کے وجوب کے دلائل

قرآن وسنت میں قربانی کے واجب ہونے کے متعدد دلائل ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے چند دلائل ذکر کئے جارہے ہیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: فصلِ لِربِك وانحر (الکوثر:۲) نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم (امر) دیا ہے، عربی زبان میں امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ وانحر کے متعدد مفہوم مراد لئے گئے ہیں مگر سب سے زیادہ راجح قول قربانی کرنے کا ہی ہے۔ اردو زبان میں تحریر کردہ تراجم وتفاسیر میں قربانی کی ہی معنی تحریر کئے گئے ہیں۔ جس طرح فصلِ لِربِك سے نماز عید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح وانحر سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (اعلاالسنن)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد:۳۲۱/۲) عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین تک نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر سخت وعید کا اعلان کیا ہے اوراس طرح کی وعید عموماً ترک واجب پر ہی ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کرلی تو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ قربانی نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہیے۔ (البخاری) اگر قربانی واجب نہیں ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کرنے کی صورت میں دوسری قربانی کرنے کا حکم نہیں دیتے، باوجودیکہ اس زمانہ میں عام حضرات کے پاس مال کی فراوانی نہیں تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہوکر فرمایا اے لوگو! ہرسال ہر گھر والے پر قربانی کرنا ضروری ہے۔ (مسند احمد: ۲۱۵/۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اوراس عرصہ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے (ترمذی ۱۸۲/۱) مدینہ منورہ کے قیام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سال بھی قربانی نہ کرنے کا کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ملتا، اس کے برخلاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرسال قربانی کی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وارد ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے (محلیٰ بالاثار: ۳۷/٦) معلوم ہوا کہ مقیم پر قربانی واجب ہے۔

## قرآنِ کریم میں قربانی کا ذکر

نماز پڑھئے! اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجئے (الکوثر:۲) قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں، پہلی امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی، ہرامت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں (الحج:۳۴) نسك کے مختلف معانی ہیں، مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے اس سے مراد قربانی لی ہے۔ ہم نے ہرامت کے لیے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔ (الحج:٦٢) آپ فرمادیجئے کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا ومرنا سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ (الانعام:۱٦۲) اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ (الحج:۳۷)

## وضاحت

قربانی میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں

پہنچتا ہے بلکہ جتنے اخلاص اور اللہ سے محبت کے ساتھ قربانی کی جائے گی اتنا ہی اجر وثواب اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے گا اور یہ اصول صرف قربانی کے لیے نہیں بلکہ نماز، روزہ، زکا، حج یعنی ہر عمل کے لیے ہے لہٰذا ہمیں ریا، شہرت، دکھاوے سے بچ کر خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر زمانے اور ہر امت میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی مشروع رہی ہے اور یہ ایک اہم عبادت ہے اس کی مشروعیت، تاکید، اہمیت اور اس کے اسلامی شعار ہونے پر عصر حاضر کے بھی تمام مکاتب فکر متفق ہیں۔

## قربانی کرنے کی فضیلت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی الحجہ کی دس تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا۔(اور یہ چیزیں اجر وثواب کا سبب بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔(ترمذی:۱/۱۸۰)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لیے اس میں کیا اجر وثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔(مسند احمد:۲/۳۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور اس عرصہ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔(ترمذی:۱/۱۸۲)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! جاؤ، اپنی قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کرکے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا، حضرت ابوسعید الخدریؓ نے عرض کیا کہ یا

رسول اللہ! کیا یہ (فضیلت) آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کیلئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا یہ فضیلت آل محمد کے لیے تو بطور خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی عام ہے (یعنی ہر مسلمان کو بھی قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہوگی)(الترغیب والترہیب)

## وضاحت

قربانی کے فضائل میں متعدد احادیث کتب احادیث میں مذکور ہیں، بعض احادیث کی سند میں ضعف بھی ہے مگر قربانی کا حکم قرآن کریم واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جس پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے لہٰذا اصول حدیث کے مطابق فضائل قربانی میں احادیث ضعیفہ معتبر ہوں گی۔

## ان مبارک ایام میں خون بہانے کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود نماز عید الاضحیٰ سے فراغت کے بعد قربانی فرماتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کرنے کا ذکر حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں ہے۔ آپ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے گھر والوں اور امت مسلمہ کے ان احباب کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں قربانی کے ایام میں سو اونٹوں کی قربانی دی، ان میں سے ۶۳ اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خودنحر (ذبح) کیے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے نحر (ذبح) کیے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے، دھبے دار خصی دو مینڈھے ذبح کیے۔ (ابوداؤد) غرضیکہ ان ایام میں خون بہانا ایک اہم عبادت ہے۔

## قربانی نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد: ۳۱۲۱/۲) عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

## قربانی کا وقت

قربانی کا وقت نماز عید الاضحیٰ سے شروع ہوتا ہے اور۱۲ر ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے، نماز عید الاضحیٰ سے قبل قربانی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قربانی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا، اس سے قربانی کا ابتدائی وقت معلوم ہوا۔قربانی کے آخری وقت کی تحدید میں فقہاء وعلماء کے درمیان زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت) نے ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک تحریر کیا ہے جبکہ بعض علماء نے ۱۳ر ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت تحریر کیا ہے۔

پہلا قول احتیاط پر مبنی ہونے کے ساتھ دلائل کے اعتبار سے بھی قوی ہے کیونکہ کسی بھی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے ۱۳ر ذی الحجہ کو قربانی کی ہو، البتہ بعض احادیث وآثار کے مفہوم سے دوسرے قول کی تائید ضروری ہوتی ہے مگر ان احادیث وآثار کے دوسرے معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کل فجاج مکہ منحر وکل ایام التشریق ذبح (طبرانی) اولا اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، احادیث ضعیفہ فضائل کے حق میں تو معتبر ہیں لیکن ان سے حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے، ثانیاً بعض کتب حدیث میں یہ حدیث کل ایام التشریق ذبح کے الفاظ کے بغیر مروی ہے۔

## قربانی کا وقت ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی سالوں میں صحابہ کرامؓ کے اقتصادی حالات کے پیش نظر قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرمادیا تھا، بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی اگر چوتھے دن قربانی کی جاسکتی ہے تو پھر تین دن سے زیادہ قربانی کا ذخیرہ کرنے سے منع کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی (کتب حدیث میں یہ حدیثیں موجود ہیں) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایام معلومات یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) اور اس کے بعد دو دن گیارہ اور بارہ ذالحجہ ہیں (احکام القرآن للجصاص :٦/٢٦١) مشہور ومعروف تابعی حضرت قتادہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: الذبح بعد النحرِ یومان قربانی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے۔(سنن کبریٰ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت سعید بن الجبیرؒ اور سعید بن المسیبؒ کے اقوال بھی کتب حدیث میں مذکور ہیں جس میں وضاحت کے ساتھ تحریر ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

## وضاحت

امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز عید الاضحیٰ سے فراغت کے بعد فوری طور پر قربانی کرنا سب سے زیادہ بہتر ہے بلکہ کچھ کھائے بغیر نماز عید الاضحیٰ کے لیے جانا اور سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا عید الاضحیٰ کی سنن میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا۔ اس وجہ سے ہمیں پہلے ہی دن قربانی کرنی چاہیے، اگر کسی وجہ سے پہلے دن قربانی نہ کرسکتے یا چند قربانیاں کرنی ہیں تو ۱۲؍ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ضرور فارغ ہوجانا چاہیے کیونکہ جن بعض علما نے ۱۳؍ ذی الحجہ کو قربانی کی اجازت دی ہے انہوں نے بھی یہی تحریر کیا ہے کہ ۱۲؍ ذی الحجہ سے قبل ہی بلکہ ۱۰؍ ذی الحجہ کو ہی قربانی کرلینی چاہیے۔

## قربانی کے جانور کی عمر

بکرا، بکری، بھیڑ ایک سال کی ہو، بھیڑ اور دنبہ جو ہو تو چھ ماہ کا لیکن دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو اور گائے، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو ان سب جانوروں پر قربانی کرنا جائز ہے۔

## قربانی کے جانور میں شرکا کی تعداد

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی میں بکرا (بکری، مینڈھا، دنبہ) ایک شخص کی طرف سے ہے (اعلا السنن) حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہوجائیں (مسلم) حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے (مسلم)

## قربانی کے جانور کا عیوب سے پاک ہونا

عیب دار جانور (جس کے ایک یا دو سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں، اندھا جانور، ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو، وغیرہ وغیرہ) کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

## بھینس کی قربانی کا حکم

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ گائے واونٹ کی طرح بھینس پر بھی قربانی کی جاسکتی ہے، گائے و اونٹ کی طرح بھینس کی قربانی میں بھی سات حضرات شریک ہوسکتے ہیں۔

## خود قربانی کرنا افضل ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی خود کیا کرتے تھے، اس وجہ سے قربانی کرنے والے کا خود ذبح کرنا یا کم از کم قربانی میں ساتھ لگنا بہتر ہے، جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قربانی پر حاضر رہنے کو فرمایا۔

## قربانی کا گوشت

قربانی کے گوشت کو آپ خود بھی کھاسکتے ہیں، رشتہ داروں کو بھی کھلاسکتے ہیں اور غربا ومساکین کو بھی دے سکتے ہیں۔ علمائے کرام نے بعض آثار کی وجہ سے تحریر کیا ہے کہ اگر گوشت کے تین حصے کرلئے جائیں تو بہتر ہے۔ ایک حصہ اپنے لیے، دوسرا حصہ رشتہ داروں کے لیے اور تیسرا حصہ غرباء ومساکین کے لیےلیکن اس طرح تین حصے کرنے ضروری نہیں ہیں۔

## میت کی جانب سے قربانی

جمہور علما امت نے تحریر کیا ہے کہ میت کی جانب سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، اس قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دو قربانیاں کی اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور اسی لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں (ابوداد، ترمذی)

## قربانی کرنے والے کے لیے مستحب عمل

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے (مسلم) اس حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں قربانی کرنے والوں کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔

## ایک شبہ کا ازالہ

مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر بعض حضرات نے ایک نیا فتنہ شروع کردیا ہے کہ جانوروں کے خون بہانے کے بجائے صدقہ وخیرات کرکے لوگوں کی مدد کی جائے ۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام نے زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی بہت ترغیب دی ہے مگر قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامہ کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کیلئے لٹادیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلا چوں وچرا حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرکے ذبح ہونے کیلئے اپنی گردن پیش کردی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر جنت سے دنبہ بھیج دیا، اِس عظیم الشان کارنامہ پر عمل قربانی کرکے ہی ہوسکتا ہے محض صدقہ وخیرات سے اِس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔ نیز چودہ سو سال قبل نبی اکرمؐ نے اس امر کو واضح کردیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا عید کے دن قربانی کا جانور (خریدنے) کے لیے پیسے خرچ کرنا اللہ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (طبرانی، دارقطنی) قربانی کا مقصد محض غریبوں کی مدد کرنا نہیں ہے جو صدقہ وخیرات سے پورا ہوجائے بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ وخیرات کرنے سے یہ عبادت ادا نہ ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں غربت دورحاضر کی نسبت بہت زیادہ تھی، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جانور ذبح کرنے کے بجائے غریبوں کی مدد کرتے مگر تاریخ میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا

## قربانی سے کیا سبق حاصل کریں؟

جانور کی قربانی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عظیم الشان عمل کو یاد کریں کہ دونوں اللہ کے حکم پر سب سے محبوب چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگئے، لہٰذا ہم بھی احکام الٰہی پر عمل کرنے کے لیے اپنی جان ومال ووقت کی قربانی دیں۔قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے لہٰذا ہمیں من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنی چاہیے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں صرف یہی ایک عظیم واقعہ نہیں بلکہ انہوں نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزاری، جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملا فوراً اس پر عمل کیا۔ جان، مال، ماں باپ، وطن اور لخت جگر غرض سب کچھ اللہ کی رضا میں قربان کردیا، ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر ہم خوش وخرم عمل کریں۔

حضرت مولانا محمد زاہد انور *

# فکر شیخ الہندؒ ــــ تحریک عزیمت کا تسلسل

مصنف ''ید بیضاء'' حامی عبیدی مرحوم کو داد دینی چاہئے وہ مرد قلندرانہ نظریاتی کیفیت میں مستغرق ہوتے ہوئے بھی اپنے قلب و دماغ کو یکسو کرنے میں کامیاب رہے اور پھر یہ اہم مگر تلخ حقیقت پر مبنی تجزیاتی پردہ کشائی کرنے میں ذرا بھر نہیں ہچکچائے ۔ پڑھیے اور سر دُھنتے رہئے:

''یہ دور کسی ایک فرد کا نہیں ہے، شخصیات پرستی کا زمانہ بیت چکا ہے اور وقت نے اپنے انداز بدل لیے ہیں، تاریخ کا تیز رو دھارا اب شخصیات کی سمت سے مڑ کر اجتماعیت، ملک وملت اور پوری انسانیت کے لیے رواں دواں ہے۔ تاریخ وسوانح کے فکر بدل گئے ہیں ۔ اب کوئی انسان عظیم نہیں ہے، کوئی فرد فانی نہیں ہے اور کوئی ہستی ضروری نہیں ہے۔قوم اور اجتماعیت سب کچھ ہے معاشرہ اور جماعت کو اولیت حاصل ہے اب کوئی 'بڑا آدمی' اس لیے بڑا نہیں کہ وہ کسی بڑے خاندان کا فرد یا کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے۔تاریخ اس کے بڑے پن کے لیے اس سے خدمات اور کارنامے طلب کرتی ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اجتماعیت اور انسانیت کے لیے انجام دیے تھے اور یہی ایک ایسا ترازو ہے جس کے پلڑے میں وقت کے سب سے بڑے آمر اور قاہر ہلکے رہ جاتے ہیں اور کوئی بوریا نشین، درویش تاریخ کے اس میزان کو جھکا دیتا ہے۔ دراصل یہی وہ عظیم انسان اور غیر فانی ہستیاں ہیں جن کے روشن کارنامے اور خدمات ہماری ملی تاریخ کا گرانقدر سرمایہ ہیں اور کوئی مؤرخ ان کو ملت سے علیحدہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ اس سے جدا ہو سکتے ہیں ۔ یہ عظیم انسان تاریخ کا ایک حصہ بن چکے ہیں، ان کی حیات جماعت کے لیے وقف تھی، جماعت ہی میں ضم ہو گئی ۔

---

* مصنف: تلخیص البیان، مہتمم جامعہ عثمانیہ، شورکوٹ شہر ضلع جھنگ

وہ اپنی ذات میں اِک انجمن تھے

بدقسمتی سے ماضی میں ہم اپنے اسلاف کو عقیدت ، محبت واحترام کی جس 'یک رنگی عینک' سے دیکھنے کے عادی تھے۔ یقیناً اس سے ان کی مذہبی، دینی و روحانی کمالات کا اعتراف تو ہوتا تھا۔ مگر ان کی مجلسی، اجتماعی سیاسی وملی خدمات ہمیشہ عوام الناس کی نگاہوں سے اوجھل رہی ہیں۔ ہم اپنے بزرگوں کے مافوق البشر کارناموں اور کرامات پر سر دھنتے رہے مگر ان کی زندگی کے حقیقی کارناموں، معاشرہ اور ملک وملت پر ان کے اثرات کا جائزہ نہیں لیا۔ یہ ایک تاریخی سانحہ ہے جس سے ہماری تاریخ اپنے بہت سے مشاہیر کرام کی سیاسی وملی خدمات اور مجاہدانہ کارناموں کے باوجود ان کو خراجِ تحسین ادا نہیں کرسکی'

ذرا رُکیے! اور سلسلہ وار بعض ایسے حقائق کا جائزہ لیجئے جس کے بغیر ''فکر شیخ الہند'' سے شناسائی اور شعوری آگہی مشکل ہے۔ اس کی پردہ کشائی اس تحریر میں ملاحظہ کریں۔ (جو جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور قدس سرہ کے جاندار تجزیہ میں موجود ہے۔ از 'ید بیضاء')

''فرنگی سامراج برصغیر پاک وہند وبنگلہ دیش میں دوسو سال تک فیصلہ کن عمل دخل اور کلی اقتدار کا حامل رہنے کے باوجود وہ مقاصد کلیہ حاصل کرنے میں کیوں ناکام رہا، جن مقاصد کے حصول کی منزل سے اندلس میں اس سے بہت کم مدت میں وہ ہمکنار ہو گیا تھا؟ یہ سوال آج تاریخ کے ایک طالب علم اور ملی تحریکات کے ایک سکالر کے لیے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ آج کے مؤرخ نے اس سوال سے پیچھا چھڑانے کے لیے جس قدر مصلحتوں، حیلوں اور لیپا پوتی سے کام لیا ہے۔ یہ سوال اس سے کہیں زیادہ شدت اور توانائی کے ساتھ اس کا دامنگیر ہے اور وہ وقت دور نہیں جب مؤرخ کو وقت کی عدالت کے کٹہرے میں سقراط کی سی معصومیت کے ساتھ سچائی کے زہر کا پیالہ پینا پڑے گا اور پھر دنیا چشمِ حیرت سے یہ نظارہ دیکھے گی کہ شخصیات وطبقات کے چہروں پر ڈالے گئے غداری ووفاداری کے جبری نقاب دائرہ جبر سے حیطۂ اختیار میں منتقل ہونے کے بعد کتنی عجلت کے ساتھ قلب مکانی کرتے ہیں۔

اس سوال کی پیچیدگی اور الجھن کا پس منظر بھی بڑا طویل مگر دلچسپ ہے۔ اور اس کی حیثیت ونوعیت کو تبدیل کرنے کی ناروا مساعی نے اس پیچیدگی اور الجھن میں چندر چند اضافہ کردیا ہے ورنہ اگر سادہ اور فطری انداز سے اس مسئلہ کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور حالات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو نئی نسل کو کسی الجھن کے بغیر ماضی قریب کی دوصد سالہ ملی تحریکات کے فکری وعملی عوامل ومحرکات کے ادراک سے بہرہ ور کیا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ فرنگی سامراج جسے صلیبی سامراج کے عنوان سے یاد کرنا زیادہ قرین انصاف ہوگا جن مقاصد کے لیے اس برعظیم میں وارد ہوا اور طویل ریشہ دوانیوں کے بعد اس نے یہاں کی مضبوط مُسلَّم مغل حکومت کا تیاپانچہ کرکے ایوانِ اقتدار پر قبضہ جمانا تھا وہ مقاصد کیا تھے؟ اس کی فہرست بہت طویل ہے لیکن کیا صلیبی سامراج کو برصغیر میں اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی؟ فرنگی مؤرخین برصغیر کو سیاسی، تعلیمی، تہذیبی، اقتصادی اور قانونی شعبوں میں شعور بخشنے اور ترقی سے ہمکنار کرنے کے جتنے بھی بلند بانگ دعوے کریں اور فرنگی کے چلے جانے کے بعد سیاسی، اقتصادی، انتظامی اور قانونی قوتوں کے سرچشموں پر فرنگی کی معنوی اولاد کے ناروا قبضہ کے باعث فرنگی کی فتوحات کا دائرہ جتنا بھی وسیع نظر آئے لیکن اسکی حقیقت کو جھٹلانے کا کسی کو یارا نہیں کہ برصغیر میں مضبوط ردعمل اور ناقابل شکست رکاوٹوں کے باعث فرنگی اپنی حکمت عملی کو پچاس فی صد بھی عملی جامہ نہیں پہنا سکا۔

کیا کوئی شخص انکار کرسکتا ہے کہ ایک بے سروسامان گروہ کامل دوصدیوں تک فکر وعمل کے تمام شعبوں میں فرنگی سامراج کی تمام تر قوت وحشمت کے باوجود اس کی یلغار کے سامنے سد سکندری بنا رہا ہے اور آج بھی فرنگی کی حکمت عملی اور پالیسیوں کو جاری رکھنے والے اور کسمپرسی کے باوجود سینہ تانے کھڑا ہے۔ آج کے مؤرخ کی یہ مجبوری ہے کہ وہ آپ کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے عظیم خانوادہ کی ملی ودینی خدمات سے آگاہ نہیں کرسکتا۔ اس کے قلم میں نئی نسل کو یہ بتانے کی سکت باقی نہیں

رہنے دی گئی کہ سراج الدولہؒ اور ٹیپو سلطانؒ کے ساتھ کیا المیہ پیش آیا تھا؟ ۶ ر مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کی وادی میں مظلوموں کا خون کس قصور میں بہایا گیا تھا؟ ۱۸۵۷ء میں ملک کے طول و عرض میں ہنگاموں کا مقصد کیا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں بالخصوص علمائے کرام پر وحشت وبربریت کی قیامت کیوں برپا کی گئی تھی؟ بنگال کے حاجی شریعت اللہ تیتو میرؒ اور دودومیاںؒ کون تھے؟ سندھ کے عظیم راشدی روحانی خانوادہ کے نامور فرزندوں نے کیا کارنامے سرانجام دیے تھے اور لاکھوں مسلح حروں کو منظّم کرنے اور انہیں فرنگی سامراج کے خلاف معرکہ آرائی کے لیے میدان میں کیوں اتارا گیا تھا؟

آزاد قبائل میں آزادی کے وقت جاری جنگ کا پس منظر کیا ہے؟ تحریک خلافت، تحریک ریشمی رومال، تحریک ترکِ موالات، تحریک ہجرت اور تحریک حریت کامل کے قائدین کون تھے؟ اور ان تحریکات کے مقاصد کیا تھے؟ دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ الانصار، جامعہ ملیہ، نظارۃ المعارف، دارالارشاد سندھ اور ان جیسے اداروں کا ملت اسلامیہ کی فکری وعملی راہ نمائی میں کیا کردار رہا ہے؟ قادری راشدی خاندان اور دوسرے روحانی سلسلوں کی خانقاہوں نے برصغیر میں ملت اسلامیہ کے تشخص اور اس کی سیاسی ونظریاتی قوت کو بچانے کے لیے کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنی زندگی کا بیش قیمت حصہ دشت دشت کی خاک چھاننے میں کیوں صَرف کیا؟ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان کے رفقاء کو جزیرہ مالٹا میں نظر بند کردینے کی وجوہات کیا تھیں؟۔

آج کا مؤرخ اپنی ملی ذمہ داری کے باوجود ان سوالات کا جواب دینے سے گریز کررہا ہے۔اس کے برعکس اس نے آزادیٔ برصغیر کی جو داستان وضع کی ہے اور اس نگارستان میں جن چہروں کو سجانے کی کوشش کی ہے ان کی جبینوں پر بارگاہِ اقتدار میں کیے گئے سجدوں کے نشانات مٹانے میں وہ کامیاب نہیں ہوسکا اور ان کے دامن میں بدیشی حکمرانوں کے پھینکے ہوئے سکّوں کی کھنکھناہٹ شعور کے کان آج بھی سن رہے ہیں۔''

مذکورہ پس منظر کا قدرے تفصیلی جائزہ پڑھ لینے کے بعد ہمیں 'فکر شیخ الہند' سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ انہوں نے کیونکر عافیت کی آسان راہ ترک کرتے ہوئے عزیمت کی کٹھن وادیوں میں سرگردان رہنے کو ترجیح دی۔ اس حوالے سے ''نقشِ حیات'' مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے رقم کردہ اسباب واحوال کا مطالعہ ضروری ہے جس میں وہ برطانوی سامراج کے غاصبانہ تسلط کے نتیجے میں ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ عموماً اور خاص طور پر مسلمانوں پر ہونے والے معاشی اور مذہبی مظالم کے ضمن میں سپردِ قرطاس کرکے تاریخ کے چہرے پر ڈالے گئے نقاب کو نوچتے ہوئے آنے والی نسلوں کو فکر شیخ الہندؒ سے شعوری آگہی دینے میں کامیاب رہے۔ اہل حق اس اعتقادی ونظریاتی حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ اسلام میں شخصیت پرستی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا بلکہ نظریاتِ حق پر مرمٹنے کا سبق ملتا ہے، ہاں! حق پر استقامت کے ساتھ نظریاتی جدوجہد کرنے والی شخصیات سے عقیدت ومحبت ایک فطری حقیقت ہے ایسے مردانِ حرونفوسِ قدسیہ مشعل راہ بنتی ہیں۔ ان کی نظریاتی وعملی جہد مسلسل سے نئی نسل کو فکری جلا حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ تاریخ عزیمت کا وہ تسلسل ہیں جن کی مدبرانہ قیادت میں چلنے والی تحریک سے عزیمتِ حق کا نیا باب رقم ہوا۔ تحریکی قیادت کے لیے چار صفات ''علمی رسوخ، روحانی رسوخ، رسوخ فی التجربہ وشجاعت'' کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کلام الٰہی (قرآن مقدس) کے اُس اعتقادی ونظریاتی پیغام سے آگاہ تھے جس میں بلاخوف لومۃ لائم حق کی آفاقی تعلیمات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی ذمہ داری اہل علم پر ڈالی گئی ہے وہ قرآنِ مقدس سے حاصل شدہ عالمی ونظریاتی پیغام کی اصل حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے۔ ایسے میں وہ سمجھتے تھے کہ تمام ادیانِ باطلہ پر غلبہ حق کی جدوجہد کا حاصل ہر سامراجی ودجالی نظام سے بغاوت کرنے اور ٹکرانے سے عبارت ہے۔ ہمارا المیہ یہ بھی ہے کہ ہم تحریکی جدوجہد سے وابستہ عظیم شخصیات کے تذکروں کو فقط تاریخی حقیقت سے محفوظ کرتے ہوئے ''پدرم سلطان بود'' کا راگ الاپتے ہوئے ان کی فکری وعملی مساعی کو ان کی شخصیت تک محدود کرکے رکھ دیتے ہیں۔ جس سے ایسی شخصیات کے ذاتی احوال واوصاف اور کردار تو سامنے آتا رہتا ہے نیز اس پس منظر میں نئی نسل کو ان سے عقیدت ومحبت کا مثبت پیغام بھی ملتا ہے مگر ہم یہ کیونکر بھول جاتے ہیں کہ تحریکی جدوجہد اور عزیمت واستقامت کی صفاتِ حسنہ ہر دور کی اجتماعی قیادت کے لئے لازمی ''نظریہ ضرورت'' کا درجہ رکھتی ہیں۔ حالات کوئی قیاسی امر نہیں کہ ہمیں ان تاریخی شخصیات کے احوال سے موجودہ حالات کو سمجھنے یا قیاس کرنے میں قدرِ مشترک حاصل

ہو سکے (ہرگز نہیں ) ہر دور کے پیش آمدہ احوال کے تقاضے جداگانہ نظریہ ضرورت رکھتے ہیں ۔ان عظیم تاریخی شخصیات کے فکر و عمل سے جو مسلسل سبق ملتا ہے وہ یہ کہ راہِ حق میں ہمہ قسم کی جدوجہد کے دوران عزیمت، جہد مسلسل، عمل پیہم، یقین محکم، معاملہ فہمی، حسن تدبر، حمیت وغیرت، شجاعت جیسی صفاتِ عالیہ کے ساتھ ضروری تربیتی امور کا اہتمام کرنے، حالات کا درست ادراک کرکے وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بروقت درست فیصلے کرنے کی مزید خوبیاں، ایک مدبر وزیرک قائد کے لیے ماتھے کا جھومر کہلاتی ہیں ۔

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ اپنے دور میں نظریاتی جدوجہد اور تحریک دعوت وعزیمت کے اُس سلسلۃ الذہب سے وابستہ عظیم تاریخی شخصیت ہیں جو اپنے پیشرو اسلاف کے عظیم کردار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہوئے مسلسل پچاس برس خاموشی کے ساتھ ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھتے رہے جس کی طرف اس وقت کی سامراجی ایجنسیوں کو کچھ خبر نہ لگ سکی، تا آنکہ اپنوں کی غداری کے نتیجے میں جب اس تحریکی کڑیوں کو ملانے میں جو حقائق سامنے آئے تو ایسے میں فرنگی نظام اور قوت کی ظاہری مضبوط عمارت زمین بوس ہوتی نظر آرہی تھی،ان کے پھیلائے ہوئے خفیہ جال کے تار پول بکھرتے دیکھے گئے وہ حیرت کے مارے غصے سے اپنی انگلیاں چبا رہے تھے کہ کیونکر ہم اتنی بڑی تحریک سے باخبر نہ ہو سکے، جی ہاں! یہ ایک ایسی عظیم مدبر قیادت تھی جس نے مسلسل پچاس سال اپنی اس عظیم تحریکی جدوجہد کی اس انداز سے آبیاری کی کہ پورے سامراجی نظام کو اسکی کانوں کان خبر نہ ہوسکی۔ دیکھنے میں حضرت شیخ الہندؒ ایک مدرس، شیخ الحدیث اور صوفی مزاج بزرگ کے طور پر ''بڑے مولوی صاحب'' کے لقب سے پہچانے جاتے تھے،لیکن!

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی!

کے مصداق حضرت شیخ الہندؒ کی فکری ہنڈیا اندر ہی اندر جوش مار رہی تھی۔ وہ مردم شناس مؤمنانہ فراست کے حامل مدبر قائد تھے، انہوں نے اس تحریک ( جو تحریک ریشمی رومال کے تاریخی عنوان سے منسوب ومعروف ہے ) کے لیے ایسے مردانِ حُر کا انتخاب کیا تھا جو 'من تو شدم تو من شدی' کا حسین مصداق بنتے ہوئے فکر شیخ الہندؒ کے امین وراز دار بنے،کوئی بھی تحریک مخلص کارکنوں کی جدوجہد سے آگے بڑھتی ہے تاہم قیادت کے لیے مدبر ہونے کے ساتھ حالات کے درست ادراک کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونا اولین شرط ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جس ماحول میں اپنے عشقِ حریت کو آزمانے کا فیصلہ کیا ۔کیا ہم جانتے ہیں بھلا وہ کیسا تھا؟ جانئے !بقول مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ:

''وہ عہد جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں، وہ عہد جب حق بات کہنا انگاروں سے کھیلنا اور موت کے منہ میں جانا تھا۔ وہ عہد ایسا تھا کہ اس میں ایک طرف منڈی و بازار میں انسانی ضمیر کی بولی ہورہی تھی اور ایک طبقہ سر، خان بہادر اور اس طرح کے سامراجی خطابات کے ذریعہ اپنی قیمت وصول کررہا تھا تو دوسری طرف علماء اور صلحاء کی کھوپڑیوں سے محل تعمیر ہورہے تھے۔ اور ان کے وجودِ پاک کو خنزیر کے چمڑوں میں سی کر زندہ جلایا جارہا تھا اور ان سے ایک فرد کو نصف نصف مَن لوہا میں باندھ کر عبورِ دریا ''شور'' کی سزائیں دی جارہیں تھی اور ملکی جیلوں کے علاوہ مالٹا کے عقوبت خانے ان سے آباد کیے جارہے تھے۔''

اس عہدِ ستم میں ایک بوڑھا انسان جس کو دیوبند کے عام لوگ ''بڑے مولوی صاحب'' کے نام سے جانتے تھے وہ آتشِ نمرود میں بے خطر کود پڑنے کے لیے بظاہر سفرِ حرمین کا عنوان لیے دیوانہ وار چل پڑتا ہے، انتہائی شاطر خفیہ ایجنسیوں کو بھی خبر نہ ہوسکی کہ اس کے قلب ودماغ میں برطانوی سامراج سے آزادی کے لیے کس قدر حریت آمیز چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔

انہیں کہنے والوں نے کہا اور بظاہر مخلص مشورہ دینا چاہا کہ ''حضرت جی! دارالعلوم دیوبند ہندوستان کا عظیم علمی مرکز ہے۔ برطانوی حکومت اسے پہلے ہی مشکوک نظروں سے دیکھتی ہے، آپ کے اس خفیہ مشن کی خبر اگر ان کو ہوگئی تو وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادے گی۔'' مگر ان کے مجاہدانہ عزم سے لبریز تاریخی جواب نے کہنے والوں کو حیران کرکے رکھ دیا کہ مجھے اس مشن پر میرے استاد، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ لگا کر گئے تھے۔ میں اس سے کسی لمحہ دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ گویا دارالعلوم دیوبند پر کیا گزرتی ہے، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ کوئی مجذوب قسم کے بزرگ نہ تھے بلکہ انتہائی مدبر، زیرک اور جہاندیدہ قائد تھے۔ عالمی حالات اور واقعات پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ اس وقت برطانوی سامراج سے ٹکر لینا کوئی بچوں کا کھیل نہ تھا۔ منظّم خفیہ بندی کے ساتھ بغاوت برپا کرنے کے لیے گوریلا فوج کی تربیت وہ پہلے کرچکے تھے۔ افغانستان کے کوہستانی مردانِ حُر اِن کا نگاہِ انتخاب تھے۔ جلا وطن حکومت میں تمام سٹیک ہولڈرز (شرکائے فکر وعمل) کو اعتماد میں لے چکے تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ذریعہ افغان حکومت کو شریک کار بنایا جاچکا تھا، جنگ عظیم اول کے حالات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے برطانوی سامراج پر ضرب کاری کے لیے وقت کا انتخاب ان کا بصیرت افروز فیصلہ تاریخی حیثیت کا حامل تھا۔ بچی کھچی خلافتِ اسلامیہ

ترکی کو بھی اس مقدس مشن میں شامل کرنا ضروری تھا جس کے لیے حضرت شیخ الہندؒ اس پیرانہ سالی میں اس مشکل ترین مہم پر روانہ ہورہے تھے۔ قدرت کو کیا منظور تھا یا تکوینی فیصلے (آسمانی فیصلے) کیا طے شدہ تھے۔ یہ نہ اس وقت کسی کے وہم میں تھے (نہ کبھی یہ موضوع ہوسکتے ہیں) اہل حق تو ظاہری حالات پر شرعی حقائق سے چلتے ہیں۔حضرت شیخ الہند بھی شرعی اسباب کو اختیار کررہے تھے۔

اب ذرا یہاں رکیے اور جائزہ لیجئے! کیا ہم نے کبھی اس پہلو پر غور کیا ہے کہ وہ شخص جس کا شریعت اوڑھنا بچھونا تھی، روحانیت (طریقت) کا اپنے وقت میں شیخ الاولیاء تھا مگر وہ فیصلہ کرتے وقت یا اسباب اختیار کرنے کے لئے بظاہر کس قدر حیرتناک فیصلہ لے رہا تھا۔مشترکہ مفاد (انگریز سامراج سے آزادی حاصل کرنے) کے لئے ہندؤوں، سکھوں اور سیکولر قوتوں سے سیاسی اتحاد (مذہبی اتحاد نہیں) قائم کررہا تھا جو جلاوطن حکومت قائم کی جارہی تھی اس کی کابینہ کی خبر ہی لے لیجئے کہ جلاوطن حکومت کا صدر، وزیراعظم اور بقیہ انتظامی عہدوں کو کتنی بصیرت سے تقسیم کیا گیا۔ تمام مذاہب کے نمائندگان اس تحریک کا فکری وعملی طور پر حصہ تھے۔ یہاں ہمیں حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی حسنِ تدبیر اور مقتضائے حالات پر ان کی دوراندیشی کی داد نہ دینا تاریخی بددیانتی ہوگی کہ وہ کس قدر مشکل ماحول میں تلخ ترین فیصلے لے رہے تھے اور اکثر اکابر علماء وصلحاء ان کی فکری وعملی تحریک کے رکن بننے پر فخر کررہے تھے۔

ہمارے آج کے سیاسی تدبر کو نہ جانے کس فکری دیمک نے چاٹ لیا ہے کہ ہم ہر دور میں اکابر علماء ومشائخ کے ایسے فیصلوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وقت کی مصلحتوں پر انہی کی سوچ اپنانے والے سیاسی تدبر کی حامل، معاملہ فہم قیادت پر بلا جواز تنقید کے نشتر چلاتے رہتے ہیں اور یہ کہ حضرت شیخ الہند، بعدازاں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہم جیسے اکابر صلحاء اسی پالیسی کو اپناتے ہوئے سیاسی قدر مشترک پر کانگریس کا حصہ بنے رہے۔ آج بھی ہندوستان کے اکثر مدارس اور عوام کی اکثریت انہی راہوں کی راہی چلے آرہے ہیں۔اور ایسا کرنا ان کی سیاسی مجبوری ہے۔ پاکستان کے معروضی حالات ہندوستان کے حالات سے بالکل مختلف ہیں، ہمارے ہاں ایک وقت تھا کہ بہت سارے جذباتی لوگ ''انقلاب، انقلاب'' کے نعرے لگاتے تھے (اور) حوالے میں فکر شیخ الہندؒ اور حضرت اقدس مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسی شخصیات کے فکر وعمل کو پیش کرتے تھے۔ معذرت!......شاید حقیقت آمیز معلوماتی تجزیہ کے حوالہ سے ہمارے مطالعاتی فکر سے

بہت سوں کو اختلاف ہوگا مگر ذرا عمومی رائے سے ہٹ کر ایک کلی درجے کا فطری قاعدہ یاد رکھ لیا جائے (اور شریعت میں بھی اس قاعدہ کا باقاعدہ لحاظ پایا جاتا ہے) تو ہماری بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہوجائے گا۔

ضابطہ یہ ہے کہ حالات قیاسی امر نہیں ہوتے کہ ہم کوئی بھی فیصلہ لیتے وقت تاریخی حوالہ دینا شروع کردیں کہ فلاں موقع پر ہمارے اکابر نے یہ فیصلہ کیا تھا تو آج ہمیں بھی وہی فیصلہ لینا چاہیے۔ یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھی جائے کہ حالات کے حوالے سے نہ کوئی مستقل ضابطہ طے کیا جاسکتا ہے نہ ہی فیصلے لینے کے لیے کوئی قاعدہ وقانون متعین کیا جاسکتا ہے۔ حالات کی مثال مریض کی سی ہے کہ حکیم کے سامنے جو مریض اپنی کیفیت بیان کرتا ہے دانا حکیم اس کی انفرادی حالت کو دیکھ کر علاج تجویز کرتا ہے نہ کہ وہ کوئی مستقل نسخہ بطور قانون کے لاگو کردیتا ہے کہ ہر مریض پر یہی نسخہ آزمایا جاتا رہے یا دوسرے لفظوں میں پیش آمدہ حالات کی مثال ایک دشمن کی سی ہے جس سے نبٹنے کے لیے آپ کو دشمن کی قوت واستعدادا اور اسٹریٹجی (جنگی حکمت عملی) کو سمجھنا ضروری ہے۔ (اور یہ ہر دور کی حکمت عملی ایک جیسی نہیں ہوا کرتی) اس کے بعد ہی آپ کوئی دفاعی پالیسی اپنا سکتے ہیں۔

ایسے ہی تحریکی فکر وعمل میں ہر دور کے وقتی حالات کو مدنظر رکھ کر فیصلے لیے جاتے ہیں۔ اس میں تاریخی حوالے نہیں چلتے اور یہ بھی قاعدہ یاد رکھا جائے کہ ہر دور میں علاقائی حالات بھی مختلف ہوتے ہیں ہر علاقے میں جاری کسی تحریک میں ایک ہی فیصلہ لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ آپ حضرت شیخ الہندؒ کی ہی بالغ نظر شخصیت کو لے لیجیے کہ وہ پچاس برس جس تحریکی راہِ عزیمت پر چلتے رہے اس کو وقتی طور پر ثمر آور نہ ہونے کی وجہ سے مالٹا کی جیل سے واپسی پر حضرتؒ نے اگلی قیادت کو فوجی طاقت سے انقلاب برپا کرنے کی راہ سے دستبرداری کا مشورہ دے دیا۔

ایسا وہ کسی مایوسی یا بزدلی کے نتیجے میں نہ کہہ رہے تھے بلکہ حالات اور ماحول کی تبدیلی کی بنا پر جدوجہد کا نیا نسخہ (سیاسی جدوجہد کی راہ اپنانے کا) تجویز کررہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد والی ہماری سیاسی قیادت نے اپنی جدوجہد کا فکر وعمل بدلا اور دیگر سیاسی قوتوں سے مل کر برطانوی سامراج سے آزادی کے حصول کے لیے اس دور کے قومی دھارے میں اپنا سیاسی وزن ڈالا۔ ایک صدی سے زیادہ وقت گزرنے کو ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے ان اکابر کے فیصلے پر عملدرآمد کررہے ہیں۔ عدمِ تشدد کی پالیسی اپنا کر اپنے بدلتے معروضی حالات کے پیش نظر وہ فیصلے لیتے رہتے ہیں،

پاکستان کے معروضی حالات کچھ اور نوعیت کے ہیں، افغانستان میں ہمارے اکابر کی پالیسی یکسر مختلف ہے۔کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا ہر جگہ کے اہل حق علماء وصلحاء شرعی حقائق سے بے خبر ہیں؟ وہ مختلف فیصلے کیوں کرتے ہیں؟ ہماری فقہ کی کتابیں اختلافِ ائمہ سے بھری پڑی ہیں۔ایک ہی مسئلے پر بیک وقت فقہی علماء کا اختلافِ رائے سامنے آنا کوئی غیر معمولی نظر سے نہیں دیکھتا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری ہر دور کی تحریکی نسل کی تربیت اسی نہج پر کی جائے کہ ہر دور میں فیصلہ وقت کے قاضی کا چلتا ہے، یہ فیصلہ قیاسی حقیقت سے نہیں کیا جاتا بلکہ معروضی حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

فکر شیخ الہند کو قیاسی تحریک کے طور پر نہ لیا جائے کہ ہر دور میں فکر شیخ الہند کا نسخہ کارگر سمجھ لیا جائے اور حضرت شیخ الہند کو معاذ اللہ کوئی فکری دیوتا (خدا) نہ سمجھ لیا جائے کہ ہر دور میں ان کے حوالے سے ہی فیصلہ لیا جائے بلکہ اس اہم حقیقت کو بہر حال پیش نظر رکھا جائے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے دور کے مخصوص معروضی حالات میں جس فکرونظر کو اپنایا تھا وہ اس وقت کا تقاضا تھا اور ان کی دوراندیش مدبر قیادت نے اپنے طور پر بروقت درست فیصلے کیے۔نتائج کے نہ وہ مکلّف تھے، نہ آئندہ کوئی ہوسکتا ہے۔اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ ہر ملک اور علاقے میں چلنے والی دینی تحریکوں کی قیادت اُسی دوراندیشی، بصیرت، حسن تدبر اور معاملہ فہمی جیسی صفاتِ حسنہ کی حامل ہونا چاہیے۔مربوط، منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ کارکنان کی نظریاتی تربیت کا لازمی اہتمام کرنا ہر دور کی ضروت ہے۔مخلص قیادت، حوصلہ مند، تجربہ کار، حالات کا ادراک کرنے والی ہونی چاہیے۔علماء وصلحا کی باہمی مشاورت سے بروقت درست فیصلوں کی عادت اپنانی چاہیے اور نتائج کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالہ کردینا چاہیے۔ یہی سبق ہمیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عمل صحابہ کرام رضوان اللہ اور سلف صالحینؒ کے فکر وعمل سے حاصل ہوا ہے۔اور حضرت شیخ الہندؒ اپنے دور میں سلف صالحین کے فکر وعمل کے انتہائی مدبر، زیرک، معاملہ فہم نمائندہ شخصیت تھے جنھوں نے آنے والی تحریکی نسل کے لیے بہت کچھ فکری اثاثہ چھوڑا ہے۔

حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہ کی پُروقار تاریخی شخصیت سے منسوب تحریک ''تحریک شیخ الہندؒ'' سے حاصل شدہ سبق کہہ لیجئے یا تاریخی تجزیہ کا عنوان دے دیجئے۔وہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شیخ الہند کوئی شخصی تحریک نہ تھی بلکہ ایک مسلسل پُرعزم ونظریاتی جدوجہد کا دائمی استعارہ (علامت رنشان) ہے۔ہر دور کے اپنے تقاضے یا حالات جدا ہوتے ہیں۔ایسے میں نظریاتی لوگوں کی

ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اکابر واسلاف کی تحریکی جدوجہد سے حاصل شدہ سبق ہمیشہ پیشِ نظر رکھا کریں۔ ہر دور کے حضرت شیخ الہندؒ الگ الگ عنوان یا لقب سے جانے جاتے ہیں۔ اصل نظریاتی جدوجہد کرنے والی پُرعزم قیادت پر منحصر ہے کہ وہ کسی تحریکی تسلسل کو کس فکر سے لے کر آگے بڑھتی ہے، قیاسی گھوڑے دوڑانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے قرآن وسنت کے مستند اور ثابت شدہ حقائق کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھا جائے تاکہ ہم کسی بزدلی، حوصلہ شکنی یا جذباتی ماحول سے محفوظ رہ سکیں۔ ہر دور میں اپنی مخلص قیادت پر اعتماد کیا جائے۔ قیادت پر بھی لازم ہے کہ اپنی تحریکی نسل کو وقت کے جذباتی ماحول کا ایندھن بنانے سے محفوظ رکھے ورنہ متشددانہ اقدامات سے تحریکات پیچھے چلی جاتی ہیں اور اہم مقاصد کے حصول کی منزل دور دکھائی دینے لگتی ہے۔ اہم دینی تحریکات کو سبوتاژ کرنے کے لئے وقت کی قیادت سے کارکنوں کو بدظن کرنے کے لئے اختلافات کی بڑی بڑی عمارات کھڑی کی جاتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ایسے حالات میں اتحاد واتفاق کو قائم رکھا جائے، ہر دور میں تحریکات سے ہٹ کر دوسرے دینی شعبوں میں مصروف ایک کثیر طبقہ عملاً جدا رہا ہے مگر وہ نظریۂ آپ کے حامی ہوتے ہیں، ان کو کسی طرح مطعون ٹھہرانا یا ان کے حق میں متشددانہ رائے قائم کرنا بے ادبی ہے جو جس جس دینی شعبہ میں مصروف العمل ہے اس کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ اختلافِ رائے کو برداشت کرنے کی عادت اپنائی جائے۔ کسی بھی طرح کی بے ادبی اور گستاخی کے فکر کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی جائے، اس سے دینی تحریکات کو ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ (گویا فکری اعتدال ضروری ہے) ہماری نئی نسل کا اکابرؒ سے تحریکی رشتہ قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مدارس میں بالائی کلاسوں (فوقانی درجات، موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف یا تخصصات) میں باقاعدہ طور پر تربیتی سبق پڑھایا جائے جس میں اپنے ایسے اکابر رحمہم اللہ کے مختلف ادوار میں ان کے عزیمتی اور تحریکی جذبے کو وُقعت اور سنجیدگی سے لیا جائے تاکہ وہ اگلے فکری وعملی میدان میں سلف صالحین رحمہم اللہ کی نظریاتی وعملی رہنمائی سے بہت کچھ سیکھ سکیں، یہاں خاص طور پر ایک انتہائی اہم تجزیاتی حقیقت کو یاد دلانا ضروری ہے جس کا اظہار حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہ نے مالٹا جیل سے واپسی پر علماء حق کی اجتماعی مجلس میں فرمایا تھا کہ:

> ''ہم نے مالٹا کی جیل میں بڑے غور وفکر کے بعد جوامت کی اجتماعی زبوں حالی کی وجہ تلاش کی تو سمجھ میں یہی حقیقت سامنے آئی کہ ہم افتراقِ امت اور قرآنی تعلیمات

سے دوری کی بنا پر ہمیشہ پستی کا شکار ہوتے چلے آرہے ہیں۔(خلاصہ مفہوم)''

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے علمی، روحانی اور تحریکی سند (نسبت) رکھنے والوں پر لازم ہے کہ قلب و دماغ اور روح میں اتر جانے والے اس جاندار نظریاتی تجزیے کو اپنی آئندہ کی دینی و سیاسی تحریکوں بلکہ علمی تربیت میں ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ آج کی طرح ہر دور میں اس اہم نظریاتی حقیقت کا فکری جائزہ لے کر عملی اقدام اٹھانا ہر دینی و سیاسی قیادت کی اہم ذمہ داری ہے۔ مدارس کے نصاب میں قرآنی تعلیمات (نظامِ قرآن وسنت) کو انتہائی اہمیت و عظمت سے جاندار سبق کے طور پر لینا (پڑھانا) ضروری ہے۔(فقط برکتاً ترجمہ قرآن پڑھا لینا کافی نہیں) افتراق و انتشار کے ہر دور میں حوصلہ شکنی کرتے ہوئے آنے والی ہر علمی و تحریکی نسل کو قرآنی تعلیمات کے مطابق آگے بڑھنے کے لیے فکری و عملی تربیت کا انتظام و انصرام (جو ہر دور کا نظریہ ضرورت ہے) انتہائی ضروری ہے۔

خوشی ہے کہ اس عمومی فکری پستی یا نظریاتی انحطاط کے غالب ماحول میں ''بزم شیخ الہند'' کے نام سے کوئی تحریک پھر سے اُٹھائی جارہی ہے۔ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ''اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں''۔

تاہم خدارا مذکورہ حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئی نسل کا رشتہ اپنے پیشرو اسلافؒ سے جوڑا جائے۔ شخصیات کا تقدس نظریات، کردار کے پس منظر سے لیا جائے۔ فقط مخصوص فکر کو بطورِ حوالہ کے ہر دور میں لیتے رہنا حالات کے معروضی حقائق سے بے خبری کی علامت ہے۔ امید ہے کہ دورانِ تربیت اس مرکزی نکتہ نظر کو ہر دور میں پیش نظر رکھا جائے گا۔ ہر دور کا ایک سبق و عزم تو مشترکہ ہے اور رہے گا، بقول علامہ اقبال مرحوم:

یقینِ محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ہمارے لیے بھی یہی پیغام ہے اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو سلف صالحینؒ کی فکری و عملی درست اقتداء کی دائمی توفیق سے نوازے۔ آمین

مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی *

# مدرسین کے لئے ضروری امور

تعلیم ،تعلم اور تربیت پوری دنیا میں سب سے اہم شعبہ ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلّم ،مربی اور مزکی تھے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:انما بعثت معلما''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں'' اس حدیث کا تعلق تعلیم کے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ''میری بعثت اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے'' اس حدیث کا تعلق تربیت اور تزکیہ کے ساتھ ہے۔

علمائے کرام اور خاص کر دینی کتب پڑھانے والے مدرسین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں۔لہٰذا ہر مدرس کے لیے مندرجہ ذیل امور کی رعایت ضروری ہے:

(۱) مدرس جو مضمون اور جس فن کی کوئی کتاب پڑھائے ،اس پر عبور ضروری ہے۔سہل بن عبداللہ تستری سے پوچھا گیا کہ عالم کب لوگوں کو پڑھانا شروع کرے فرمایا: ''جب محکمات اور متشابہات کو پہچان لے،معلوم ہوا کہ استاد جو کچھ پڑھائے اس کے لئے مضبوط استعداد ضروری ہے۔

(۲) بغیر مطالعہ کے کوئی کتاب نہ پڑھائے ،اگر چہ زیر درس کتاب کئی مرتبہ پڑھا چکا ہو، اول متن کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے ، ماتن کی غرض ضرور معلوم کر کے طلبہ کو بتلائے، کوئی شرح پڑھا رہا ہوتو شارح کی غرض بتلائے،متن کے ساتھ حاشیہ اور شرح کا مطالعہ بھی کرے،ساتھ ساتھ زیرِ درس کتاب کے ساتھ کسی مناسب معاون کتاب کا مطالعہ بھی کرے، پوری تیاری کے ساتھ درس گاہ میں جا کر علیٰ وجہ البصیرت سبق پڑھائے ، مدرس کو جب فن ، کتاب اور پڑھائے جانے والے سبق پر پورا عبور حاصل ہوتو شاگرد کو سمجھانا بہت آسان ہوتا ہے۔اگر ایک

---

* مدرس شعبہ تخصصات جامعہ دار العلوم حقانیہ

تعبیر کے ساتھ طلبہ نہ سمجھیں تو دوسرے الفاظ اور دیگر تعبیرات کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرے۔

ہمارے ایک استاذ الاستاذ کا قول ہے کہ ''اگر کسی طالب کو کسی استاذ کا سبق سمجھ نہ آئے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ استاذ خود نہیں سمجھا، اگر استاذ اچھی طرح سمجھا ہے تو شاگرد کو مختلف طریقوں اور تعبیرات سے سمجھا سکتا ہے''۔

(۳) سبق اتنے ذوق وشوق سے پڑھائے کہ شاگردوں میں علمی ذوق اور شوق پیدا ہو، ایسا نہ ہو کہ شاگرد کا دل کسی فن اور کتاب سے پھیکا پڑ جائے، استاد کو چاہیے کہ طلبہ کا علمی ذوق بڑھانے کیلئے فن سے متعلقہ اہم کتب کی نشان دہی اور رہنمائی کرے، اس لئے کہ ہر فن کی بے شمار کتب موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے اس علم اور فن میں زبردست رسوخ اور ملکہ پیدا ہوتا ہے اور علم تو نام ہی علمی ملکہ کا ہے۔

(۴) طلبہ کو نہ ڈرائے ، کہ یہ کتاب مشکل ہے ، یا یہ فن مشکل ہے یا یہ مقام اور آج کا سبق مشکل ہے ، اس سے طلبہ گھبرا جاتے ہیں پھر غور سے سبق بھی نہیں سنتے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اچھے اور قابل استاذ کا کمال یہ ہے کہ مشکل کتاب اور مشکل سبق آسان کرکے پڑھائے اور سمجھائے۔ اس وقت وہ سبق طالب علم کی سمجھ میں آجائے تو یہ کافی ہے ، بعد میں اگر بھول بھی جائے تو اتنا نقصان نہیں ، مطالعہ سے ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ کوئی کام مشکل نہیں ، اس لیے استاذ کو چاہیے کہ ''مشکل'' کا لفظ بھول جائے ، زبان پر بالکل نہ لائے ، طلبہ کو سبق سے ڈرانا صحیح نہیں ، بلکہ ان کی ہمت بڑھانی چاہیے ، ہاں! یہ ضرور بتلائیں کہ مطالعہ ضرور کریں ، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتے ، محنتی افراد ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔

(۵) استاذ اپنے مطالعہ کے بعض نکات نوٹ کرلیا کرے، نوٹس اپنے ساتھ درس گاہ میں لے جاسکتا ہے، اپنی ذاتی کتاب پر بھی ضروری نکات لکھ سکتا ہے، جب ایک استاذ سبق کے دوران کتاب کے حاشیہ سے مدد لے سکتا ہے تو اپنے مطالعہ کے نوٹس سے استفادہ کیوں نہیں کرسکتا، نئی نئی کتاب اور حاشیہ کے مطالعہ سے فن اور کتاب کے بارے میں نئی نئی مفید اور معاون معلومات حاصل ہوتی ہیں، جس

کی وجہ سے فن اور کتاب میں آسانی کے ساتھ فن اور کتاب کے ساتھ ذوق وشوق بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۶) کبھی طبیعت ناساز ہو یا طبیعت میں نشاط نہ ہو، یا مطالعہ نہ کیا ہو تو سبق نہ پڑھائیں، اس لئے کہ بادل ناخواستہ سبق کا مزہ نہیں ہوتا، طلبہ بھی ایسا سبق سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے، ان کے علمی ذوق کی آبیاری کی بجائے ان کا ذوق وشوق مرجھا جاتا ہے، اسی طرح سبق سے جان چھڑانے کی کوشش نہ کرے، سبق کو بوجھ نہ سمجھے۔

(۷) سبق کے دوران طلبہ کی توجہ کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کرے، طلبہ کی بھرپور توجہ سے استاذ کے ذہن پر مضامین کی آمد شروع ہوجاتی ہے، طلبہ کی توجہ برقرار رکھنے کیلئے ان کو سامنے اس طرح بٹھائے کہ سب برابر نظر آئیں، ہر شاگرد کے ساتھ نگاہیں ملتی ہوں، طلبہ کی توجہ اور نشاط کے لیے سبق کے دوران کوئی علمی لطیفہ، کوئی علمی نکتہ، کوئی مفید قصہ یا کوئی اخلاقی اور تربیتی بات کرنی چاہیے ایسا خشک سبق نہ پڑھائے کہ طلبہ اُکتا جائیں، جملہ فنون اور علوم کی درستی کتب ویسے بھی خشک ہوتی ہیں، استاذ کے سبق میں بھی خشکی آجائے تو طلبہ کو فائدہ کم ہوتا ہے۔

(۸) سبق کی پڑھائی اپنے دورانیہ (پیریڈ) میں ہو، بروقت حاضری اور آخر وقت تک سبق پڑھانا چاہیے، طلبہ کو مقررہ وقت کے اندر پڑھانا ان کا قانونی حق ہے کیونکہ استاذ مدرسہ کا ملازم ہوتا ہے، اس لیے پیریڈ میں پابندی سے حاضری اور ناغہ نہ کرے۔ پابندی نہ کرنے کی وجہ سے سبق اور طلبہ پر غلط اثر بھی پڑتا ہے۔

(۹) سبق کے دوران روزانہ طلبہ کی استعداد معلوم کرنے کے لیے اور استعداد بڑھانے کے لیے ان سے سوالات کرنا مثلاً ماتن کی غرض کیا ہے؟ شارح کی غرض کیا ہے؟ تاکہ طلبہ مطالعہ بھی کریں، اور سبق پورے دھیان سے سنیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے، وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ پس لوگ جنگل کے درختوں میں کھو گئے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں شرما گیا اور خاموش رہا، پھر صحابہ کرامؓ نے

پوچھا آپ بتائیں وہ کون سا درخت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر طلبہ جواب نہ دے سکیں تو استاذ خود جواب دے۔

(۱۰) طلبہ کو سوالات پوچھنے کا عادی بنائیں، ''حسن السوال نصف العلم'' (اچھا سوال نصف علم ہے) اچھے سوالات پر طالب علم کی تعریف کرنی چاہیے تاکہ دیگر طلبہ میں بھی ایسے اچھے سوالات پوچھنے کی ہمت اور صلاحیت پیدا ہو، سوال کرنا طالبعلم کا حق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں اگر کوئی بات سنتی اور سمجھ نہ آتی تو مکرر دریافت کرتی یہاں تک کہ اس کو سمجھ لیتی۔

(۱۱) شرعی امور کی رعایت کے ساتھ اور اخلاقی دائرہ کار میں رہتے ہوئے استاذ خوش طبعی، مزاح اور بے تکلفی سے کام لے سکتا ہے، تاکہ استاذ کا زیادہ رُعب اور خوف طلبہ پر طاری نہ رہے اور طلبہ کے لیے استاذ سے استفادہ بھی ممکن ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں یہی حکمت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ کرام نے پوچھا کہ آپ بھی مزاح کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے۔

(۱۲) طلبہ کے سامنے غیر مہذب گفتگو یا کسی پر کسی قسم کی بے جا تنقید یا کسی استاذ اور عالم کی توہین یا کسی عالم کی علمی شان گھٹانا یا کردار کشی کرنا صحیح نہیں۔ اس سے طلبہ پر منفی اثرات پڑتے ہیں اور خود استاذ کی حیثیت بھی گھٹتی ہے۔

(۱۳) دوران سبق اگر کوئی مقام حل نہیں ہورہا تو صاف بتلادے کہ سمجھ کر بتلادوں گا، طالب علم کوئی سوال پوچھے اور اس کا صحیح جواب معلوم نہ ہو تو لاادری کہہ دے، ''ان من العلم لاادری'' لاادری بھی علم ہے بلکہ غالبًا امام صاحب کا قول ہے، ''علموا تلامیذکم علم لاادری'' (اپنے طلبہ کو لاادری کا علم سکھاؤ) علم کلی کسی کو بھی حاصل نہیں، ہر عالم پر اس کے مجہولات حاوی ہوتے ہیں۔

(۱۴) درس کو مقدس فریضہ اور شاگرد کو اولاد اور علمی امانت سمجھنا چاہیے۔

(۱۵) درس اس زبان میں ہو جس پر مکمل عبور ہو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عربی زبان بالکل ترک کردے، حتی الوسع کوشش ہونی چاہیے کہ عربی زبان کے ساتھ تکلم

اور انشاء کا تعلق مضبوط رہے۔

(۱۶) چونکہ استاذ مربی بھی ہوتا ہے، اس لیے خود اپنی صورت اور سیرت کو سنت کے مطابق ڈھالنے کے بعد طلبہ کی اسلامی صورت اور سیرت پر توجہ دے، تعلیم کے ساتھ تربیت نہ ہو تو تعلیم آدھی اور ناقص ہوتی ہے بلکہ غیر مفید بن جاتی ہے، اس لیے کہ مدرس کو حال کا بندہ ہونا چاہیے قال کا نہیں اس کے لیے کسی صاحب حال کا دامن تھامنا ضروری ہے۔

قال رہگزار مرد حال شو

پیش مرد کامل پامال شو

(۱۷) تعلیم کے ساتھ سب سے اہم بات طلبہ کی علمی رہنمائی ہے، مثلاً فلاں فلاں کتاب کا مطالعہ کرو تاکہ طالب علم خود وہاں تک رسائی حاصل کر سکے مثلاً علم حدیث کے استحضار کے لئے مشکوٰۃ المصابیح کا مطالعہ، فہم حدیث کے لئے فتح الباری اور طحاوی شریف کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۱۸) معلم اور استاد میں علمی سخاوت ہونی چاہیے، طلبہ سے علم نہ چھپائے، استاذ جو کچھ جانتا ہو، کوشش کرے کہ شاگردوں کی طرف منتقل کردے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ''سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے پھر انسانوں میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں، پھر سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے، جس نے علم دین سیکھا اور اس کو پھیلایا، یہ شخص تنہا بمنزلہ ایک امیر اور ایک امت کے آئے گا (بیہقی)

(۱۹) طالب علم اگر استاذ کے سوال کا صحیح جواب دے تو استاذ کو چاہیے کہ اسے شاباش دے یا کوئی انعام دے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابالمنذر! بتاؤ آپ کے نزدیک قرآن مجید کی کون سی آیت بڑی عظمت والی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے دوبارہ فرمایا کہ اے ابالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ میں آپ کے نزدیک بڑی عظمت والی آیت کون سی ہے؟ میں نے کہا لا الہ

الاھو الحی القیوم ،فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر تھپکی دی اورفرمایا کہ اے ابالمنذر! تمہیں تمہارا علم مبارک ہو، معلوم ہوا کہ طالب علم سے سوال بھی پوچھا جائے اور کچھ انعام اور شاباش بھی دی جائے۔

(۲۰) تعلیم میں وائٹ بورڈ اور ملٹی میڈیا استعمال کرنا جائز ہے ،یعنی تدریس کے مختلف طرق ہوتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنے سامنے یوں ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر دو خط دائیں بائیں کھینچے اورفرمایا کہ: یہ شیطان کے راستے ہیں ، پھر درمیانے خط پر ہاتھ رکھا اور یہ آیت تلاوت کی اورفرمایا یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔

(۲۱) استاذ کو پُرسکون ماحول میں پڑھانا چاہیے ، حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا لوگوں کو خاموش کرو، حضرت جریر نے لوگوں کو خاموش کیا، جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کافر مت ہوجانا کہ بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔

(۲۲) استاذ کو بااخلاق ہونا چاہیے ، بالخصوص مار پیٹ اورگالیوں سے بچنا ضروری ہے۔ بے جاسختی اور بداخلاقی معلم کی شان کے خلاف ہے، معاویہ بن الحکم السلمی فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا بعد میں کوئی بہترین استاذ نہیں دیکھا ۔ اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہیں ڈانٹا ، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے گالی دی ۔

(۲۳) سبق کے دوران تمام طلبہ کو یکساں ترجیح دینی چاہیے تاکہ کوئی طالب علم احساس کمتری یا احساس برتری کا شکار نہ ہو ،کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے اس لئے کہ پوری کلاس مساوی توجہ کی حقدار ہوتی ہے، حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ( کلاس ) کا اچھا وصف بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شریک حلقۂ احباب میں سے ہرایک کا

(بات چیت اور توجہ میں) حق ادا فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہے ہیں۔(شمائل ترمذی)

گویا استاد پر شاگردوں کا حق ہے کہ مساوی طور پر سب کو بھرپور توجہ دے۔

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح تقریر میں جلدی اور تیزی نہیں فرماتے تھے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر صاف اور واضح کلام فرماتے، شریکِ مجلس آپ کا کلام یاد کرسکتا تھا۔(شمائل ترمذی)

اس حدیث میں طریقہ تدریس کی طرف اشارہ ہے کہ استاذ کا درس واضح، صاف ہو اور ٹھہراؤ کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے افہام وتفہیم میں آسانی ہوتی ہے، پڑھائی کا اصل مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔

(۲۵) استاد شاگرد کو پیار ومحبت کے ساتھ علم کی دعا بھی کرے گا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگایا اور دعا دی کہ اللھم علمه الکتاب اے اللہ! اس کو قرآن سکھا۔(بخاری شریف، کتاب العلم)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بظاہر تو استاد اپنی تعلیم کے ساتھ شاگرد کو سکھا رہا ہے لیکن حقیقت میں علم دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اس لیے فرمایا: اے اللہ اس کو قرآن سکھا۔

(۲۶) استاد کلاس میں اپنے درس کی آواز تمام شرکاء کو سنائے، ایسا نہ ہو کہ کوئی درس سے محروم رہ جائے عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے اور پھر ہمیں ایسے وقت میں پالیا کہ ہم پر نماز کا وقت آگیا تھا، ہم نے وضو کیا اور پاؤں ہلکے دھوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا کہ ''وضو میں خشک رہ جانے والی ایڑیوں کے لئے جہنم ہے''۔

(۲۷) سبق کے دوران غیر متعلقہ بات چیت، کسی اجنبی کو کسی مسئلہ کا جواب دینا، یا

موبائل فون اٹینڈ کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے طلبہ کے سبق میں حرج ہوتا ہے پیریڈ میں صرف طلبہ کا حق ہوتا ہے پھر استاد اجیر بھی ہے اس لئے کلاس میں پیریڈ کے دوران تمام غیر متعلقہ امور سے اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس سے خطاب فرما رہے تھے، ایک بدّو آیا اور سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جاری رکھا، کسی نے کہا آپ نے اس کی بات سنی لیکن ناپسند فرمایا، کسی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات نہیں سنی ، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات پوری فرمائی، گویا سبق ختم ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم۔

معلوم ہوا کہ پیریڈ اور کلاس ختم ہونے کے بعد کلاس سے غیر متعلقہ امور نمٹائے جائیں۔

(۲۸) استاد کو چاہئے کہ ضابطوں اور قوانین کی پابندی بے شک سختی کے ساتھ کرے لیکن تعلیم وتعلم میں برتاؤ آسانی اور نرمی کا کرے۔ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ''علموا الناس ویسروا ولاتعسروا'' (لوگوں کی تعلیم میں آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو)

(۲۹) طلبہ کے ساتھ اتنا بے تکلف نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جری ہو جائیں۔

(۳۰) حتی الوسع طلبہ کا ہدیہ قبول نہ کرے (الادب فی الدین)

(۳۱) ان کے گھر والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔(الادب فی الدین)

(۳۲) درس گاہ میں درس کے لیے جانے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

بسم اللّٰہ وباللّٰہ، حسبی اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، اللھم ثبت جنانی وأدر الحق علی لسانی یعنی میری زبان پر حق جاری فرما۔

(۳۳) اختتامِ درس پر اختتام مجلس کی دعا پڑھے۔

(۳۴) عاجزی اور تواضع کو اپنا شعار بنائے۔

مفتی محمد راشد ڈسکوی*

# شریعت کی روشنی میں مہنگائی کے اسباب اور ان کا حل

ان ایام میں ہر طرف مہنگائی کے از حد بڑھ جانے کے سبب ہر بندہ ہی پریشان نظر آتا ہے، کسی بھی مجلس میں شرکت کر لی جائے تو وہاں ہر کوئی اپنی اپنی عقل وفہم کے لحاظ سے اس کے اسباب و وجوہات پر تبصرے کرتا ہوا نظر پڑتا ہے لیکن بڑی ہی عجیب بات یہ سامنے آتی ہے کہ عام طور پر مہنگائی کی ظاہری وجوہات اور ظاہری اسباب پر تو تجزیہ نگار تبصرے فرما رہے ہوتے ہیں لیکن اس کی اصل وجوہات اور حقیقی اسباب کی طرف عموماً توجہ نہیں جاتی، الا ماشاء اللہ۔

جب ملکی و معاشی مسائل کے حل کے لیے کسی بھی سمجھدار اور دانشور تجزیہ نگار کی بات کو بغور سنا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان موجودہ پریشان کن اہم مسائل کے حل کے لئے دنیا کی سب سے عقلمند ترین ہستی، صادق و امین آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے بارے میں فرمان رب عز وجل: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰى (النجم: ۵۲-۵۳) کی طرف کیوں نظر نہیں کی جاتی کہ اس مبارک ہستی نے ہمارے ان مسائل کی کیا وجوہات و اسباب بیان کیے ہیں اور اس بات کو حقیقی جاننا کہ جو وجوہات سرورِ دو عالم، سید الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں، ہمارے مسائل کی حقیقی وجوہات اور حقیقی اسباب وہی ہیں، ہمارے ایمان کا حصہ ہے، باقی؛ اپنی عقل وفہم سے جو جو اسباب و وجوہات بیان کیے جا رہے ہیں، وہ سارے اسباب ظاہری وطبعی ہیں، نہ کہ اصلی اور حقیقی۔

چنانچہ جب تک اصل مرض کی تشخیص نہ ہو جائے اس وقت تک علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ اصل مرض کی تشخیص اور موجودہ مسائل کے حقیقی اسباب کو جاننے اور ان کے حل کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر موضوع پر گفتگو فرمائی اور احادیث کی روشنی میں مہنگائی کی وجوہات اور اسباب بیان فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین، ثم آمین)

---

* دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ

## شریعت کی روشنی میں مہنگائی کی وجوہات واَسباب

عن عبد اللّٰہ بن عمررضی اللّٰہ عنہ، قال: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ، الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ، وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ (سنن ابن ماجۃ، الرقم: ۴۰۱۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں) پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق و فجور اور زنا کاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی ظلم و زیادتی کا شکار ہوجاتے ہیں۔تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کردیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔

حَدَّثَنَا عبد اللّٰه، حَدَّثَنَا أَبِی، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُولُ: إِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي بَعْضِ مَا يَقُولُ لِبَنِی إِسْرَائِيلَ: إِنِّي إِذَا أُطِعْتُ رَضِيتُ، وَإِذَا رَضِيتُ بَارَكْتُ، وَلَيْسَ لِبَرَكَتِي نِهَايَةٌ، وَإِنِّي إِذَا عُصِيتُ غَضِبْتُ، وَإِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ، وَلَعْنَتِي تَبْلُغُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ(كتاب الزهد لأحمد بن حنبل، الرقم ٢٨٩)

امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت عطا کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہاء نہیں اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں تو میں لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا يَزِيدُ فِی الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ (سنن ابن ماجة: ٤٠٢٢)

''نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے، اور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی، اور کبھی آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے محروم ہو جاتا ہے''

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم: خَمْسٌ بِخَمْسٍ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا خَمْسٌ بِخَمْسٍ؟ قَالَ: مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ، وَمَا حَكَمُوا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْفَقْرُ، وَلَا ظَهَرَتْ فِيهِمُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْمَوْتُ، وَلَا طَفَّفُوا الْمِكْيَالَ إِلَّا مُنِعُوا النَّبَاتَ وَأُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ (المعجم الكبير للطبراني: ١٠٩٩٢)

''نہیں روکا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر روک لیا اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو''۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے قحط سالی، بارشوں کا بروقت نہ ہونا، مہنگائی کا ہو جانا، اور رزق

میں کمی ہو جانے کے اسباب یہ معلوم ہوئے: (۱) ناپ تول میں کمی، (۲) زکوٰۃ ادا نہ کرنا (۳) زنا کرنا (۴) مطلق اللہ کی نافرمانی اور گناہ کرنا (۵) قرآن وسنت کے خلاف فیصلے کرنا۔

## مہنگائی کا علاج

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: ذکر کردہ تفصیل سے موجودہ دور کی مشکلات کے اسباب متعین ہو چکے تو علاج اس کا اُن اسباب کا ازالہ ہے، یعنی: ایمان کی درستی، تمام معاصی سے توبہ واستغفار کرنا، خصوصاً حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے اور زنا اور اس کے مقدمات سے کہ وہ بھی بحکم زنا ہی ہیں، جیسے: بُری نگاہ کرنا، نامحرم سے باتیں بقصدِ لذت کرنا، اس کی آواز سے لذت حاصل کرنا، خصوصا گانے بجانے سے، چنانچہ حق تعالیٰ نے صریحا اس کو علاج فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے روبرو (اعمالِ سیاہ سے) استغفار کرو پھر (اعمال صالح سے) اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر بارش کو بڑی کثرت سے بھیجے گا۔

اب اکثر لوگ بجائے ان اسباب اصلیہ کے اسباب طبیعیہ کو مؤثر سمجھ کر علاج مذکور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور صرف حکایت، شکایت، یا رائے زنی، وپیشین گوئی یا تخمینے کا شُغل رکھتے ہیں جو محض اضاعتِ وقت ہے۔ ہم اسبابِ طبیعیہ کے منکر نہیں مگر اس کا درجہ اسبابِ اصلیہ کے سامنے ایسا ہے جیسے کسی باغی کو بحکم شاہی گولی سے ہلاک کیا گیا۔ دوسرا دیکھنے والا اصلی سبب یعنی قہرِ سلطانی کو سبب نہ کہے اور طبعی سبب یعنی صرف گولی کو سبب کہے، حالانکہ اس طبعی سبب کے استعمال کا سبب وہی سببِ اصلی ہے مگر جو شخص اس کو نہ سمجھے گا وہ بغاوت سے پرہیز نہیں کرے گا، گولی کا توڑ تجویز کرے گا جو کہ اس کی قدرت سے خارج ہے، سو کیا یہ غلطی نہیں ہو گی؟ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال، مہنگائی اور قحط کے اسباب، ص: ۴۰، ۴۱)

## حضرت مولانا محمد یوسف کاندہلویؒ کا ایک ملفوظ

اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں معاشی اعتبار سے تنگی پیدا نہ ہو تو اس کا حل شریعت میں بہت واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے، اس بات کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے تو حضرت مولانا محمد یوسف کاندہلویؒ کا ایک ملفوظ ملاحظہ فرما لیا جائے تا کہ بات کو آگے لے کر چلنا آسان ہو سکے۔ حضرت مولانا یوسف صاحب کے زمانے کا قصہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہنگائی بہت بڑھ گئی، کچھ لوگ مولانا کے پاس آئے اور مہنگائی کی شکایت کی اور کہا کہ کیا ہم

حکومت کے سامنے مظاہرے کرکے اپنی بات پیش کریں؟ حضرتؒ نے ان سے فرمایا: مظاہرے کرنا اہل باطل کا طریقہ ہے، پھر سمجھایا کہ دیکھو! انسان اور چیزیں ؛ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں ، جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے تو چیزوں کی قیمت والا پلڑا خود بخود ہلکا ہوکر اُوپر اٹھ جاتا ہے اور مہنگائی میں کمی آ جاتی ہے۔ اور جب انسان کی قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے گناہوں اور معصیتوں کی کثرت کی وجہ کم ہوجاتی ہے تو چیزوں والا پلڑا وزنی ہوجاتا ہے اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں لہٰذا! تم پر ایمان اور اعمال صالحہ کی محنت ضروری ہے تاکہ اللہ پاک کے یہاں تمہاری قیمت بڑھ جائے اور چیزوں کی قیمت گرجائے پھر فرمایا: لوگ فقر سے ڈراتے ہیں حالانکہ یہ شیطان کا کام ہے: اَلشَّيُطَانُ يَعِدُكُمُ الُفَقُرَ اس لیے تم لوگ جانے انجانے میں شیطانی لشکر اور ایجنٹ مت بنو۔ اللہ کی قسم !اگر کسی کی روزی سمندر کی گہرائیوں میں کسی بند پتھر میں بھی ہوگی تو وہ پھٹے گا اور اس کا رزق اس کو پہنچ کر رہے گا، مہنگائی اُس رزق کو روک نہیں سکتی جو تمہارے لیے اللہ پاک نے لکھ دی ہے۔

اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے تو ہم اللہ سے اپنا معاملہ سیدھا کرلیں، یعنی فرائض کا اہتمام کریں، سنت زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزاریں، حرام اور منکرات سے اپنے کو بچائیں تو ان شاء اللہ جب اللہ سے معاملہ سیدھا ہو جائے گا تو ہمارے حالات بھی درست ہو جائیں گے۔

اللہ سے حالات درست کرنے کیلئے ایک عمل اللہ کے ہی رازق ہونے کا یقین رکھنا ہے، کہ ہر ہر ذی روح کا رزق اس کے ذمے ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا:

> يَا رَسُولَ اللّٰهِ، غَلَا السِّعُرُ، فَسَعِّرُ لَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الُمُسَعِّرُ الُقَابِضُ، الُبَاسِطُ، الرَّازِقُ، وَإِنِّيُ لَأَرُجُو أَنُ أَلُقَى اللّٰهَ وَلَيُسَ أَحَدٌ مِنُكُمُ يُطَالِبُنِيُ بِمَظُلَمَةٍ فِيُ دَمٍ وَلَا مَالٍ(سنن أبي داود، الرقم: ٣٤٥١)
>
> ''اے اللہ کے رسول! گرانی (مہنگائی) بڑھ گئی ہے لہٰذا آپ (کوئی مناسب) نرخ مقرر فرما دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نرخ مقرر کرنے والا تو اللہ ہی ہے، (میں نہیں) وہی روزی تنگ کرنے والا اور روزی میں اضافہ کرنے والا، روزی مہیا کرنے والا ہے اور میری خواہش ہے کہ جب اللہ سے ملوں تو مجھ سے کسی جانی و مالی ظلم وزیادتی کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو (اس لئے میں بھاؤ مقرر کرنے کے حق میں نہیں ہوں)''۔

حضرت ابو حازمؒ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا:

يَا أَبَا حَازِمٍ! أَمَا تَرَى قَدْ غَلَا السِّعْرُ، فَقَالَ: وَمَا يَغُمُّكُمْ مِنْ ذَلِكَ؟ إِنَّ الَّذِيْ يَرْزُقُنَا فِي الرُّخْصِ هُوَ الَّذِي يَرْزُقُنَا فِيْ الْغَلَاءِ(حلية الأولياء: ۲۳۹/۳)

" اے ابو حازم! تم دیکھتے نہیں کہ مہنگائی کس قدر بڑھ گئی ہے؟ (ہمیں اِن حالات میں کیا کرنا چاہیے؟) ابو حازمؒ نے جواب دیا کہ تمہیں غم میں ڈالنے والی چیز کیا ہے؟ (اس بات پر یقین رکھو کہ) بے شک وہ ذات جو ہمیں کشادگی والے حالات میں رزق دیتی تھی وہی ذات اب تنگی اور مہنگائی والے حالات میں رزق دے گی (اس لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بس اس کی نافرمانی سے بچتے ہوئے اس کی فرمانبرداری میں لگے رہو)۔

حضرت ابوالعباس سلمیؒ کہتے کہ میں حضرت بشر بن حارث کو یہ فرماتے ہوئے سنا

إِذَا اهْتَمَمْتَ لِغَلَاءِ السِّعْرِ فَاذْكُرِ الْمَوْتَ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ عَنْكَ هَمَّ الْغَلَاءِ(حلية الأولياء: ۳٤۷/۸)

''جب تمہیں مہنگائی کا حد سے بڑھ جانا فکر میں ڈالے تو تم اپنی موت کو یاد کر لیا کرو، یہ (موت کا غم اور فکر) تم سے مہنگائی کا غم دور کر دے گا''۔

دوسرا عمل توبہ واستغفار کرنے کا ہے اور تیسرا اپنے روزگار کے حصول میں چاہے وہ تجارت کے ذریعے ہو یا شرکت ومضاربت کے ذریعے، اجارے کا معاملہ ہو یا مزارعت کا، ہر ذریعہ معاش میں شریعت کے بیان کردہ رہنما اصولوں کو سامنے رکھیں اور مہنگائی کے حالات میں صحابہ کرامؓ کے طرز عمل اور ارشادات وفرمودات کے مطابق اپنا عمل بنائیں۔

ذیل میں مختصراِن اُمور پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرنا

دنیا کے تمام مصائب اور مسائل سے خلاصی کا سب سے پہلا حل یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرے، سچے دل سے ان پر ندامت کا اظہار کرے اور اللہ سے معافی مانگتے ہوئے آئندہ ان کے ترک کا عزم مصمم کرے، تو اس سے اللہ اپنے بندوں سے خوش ہوکر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (النوح: ۱۰-۱۲)

''اور میں نے کہا اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا''۔

## تجارت کے اسلامی اصولوں کی پابندی

انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح خرید و فروخت کے میدان میں بھی اسلام کے ذکر کردہ اصول اتنے شاندار ہیں کہ ان کو اپنا لینے کی صورت میں معاشی میدان میں مہنگائی جیسی مصیبت سے عافیت حاصل کی جاسکتی ہے، ذیل میں اسلامی تجارت کے بعض اصول ذکر کئے جاتے ہیں:

## دھوکہ دہی سے بچنا

موجودہ دور میں اکثر تجارتوں کی بنیاد ہی دھوکہ دہی پر مشتمل ہوتی ہے۔اشیائے خوردونوش ہو یالباس اور آرائش وزیبائش کی خریداری ، تاجر پیشہ حضرات فریب دینے سے باز نہیں رہتے۔ سامان کا عیب پوشیدہ رکھ کر معمولی مقدار کے منافع کی جگہ کئی گنا منافع لے لیا جاتا ہے اور ایسا کرنے میں انہیں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی بلکہ تجارت کی منڈی میں اسے ہاتھ کی صفائی اور فن تصور کیا جاتا ہے۔حالانکہ اسلام نے اس حرکت سے بڑی سختی سے روکا ہے۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟، قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ، فَلَيْسَ مِنِّي (صحيح مسلم، الرقم: ٢٨٤)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ایک ڈھیر اناج کا دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے اپنا ہاتھ اس کے اندر ڈالا تو انگلیوں پر تری آ گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ وہ بولا: پانی پڑ گیا تھا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تو نے اس بھیگے

اناج کو اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ دیکھ لیتے جو شخص فریب کرے، دھوکہ دے، وہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

## خریداری کے ارادے کے بغیر قیمت لگانے کی ممانعت

آپ کسی دوکان پر جائیں، کبھی مشاہدہ ہوگا کہ اس دوکان پر آپ کے علاوہ دیگر کئی لوگ بھی پہنچتے ہیں اور جس چیز کو آپ خریدنا چاہتے ہیں، وہ افراد خریدار بن کر اس کی قیمت بڑھانے لگتے ہیں اس عمل کو شریعت کی اصطلاح میں نجش کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دوکانداروں کی سازش ہوتی ہے، تاکہ آپ مطلوب سامان کو زیادہ قیمت دے کر خرید لیں حالانکہ اس حرکت سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں : نَهَى (النبي صلى الله عليه وسلم) عَنِ النَّجْشِ''(سنن ابن ماجة،ح: ۲۱۷۳) ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے۔''بیع نجش'' یہ ہوتی ہے کہ آدمی بیچنے والے سے سازش کر کے مال کی قیمت بڑھا دے، اس حال میں کہ خود اس کا خریدنا منظور نہ ہو، تاکہ دوسرے خریدار دھوکہ کھائیں اور قیمت بڑھا کر اس مال کو خرید لیں، اس زمانہ میں نیلام میں اکثر لوگ ایسا کیا کرتے ہیں اور اس فعل کو گناہ نہیں سمجھتے جبکہ یہ کام حرام اور ناجائز ہے اور ایسی سازش کے نتیجے میں اگر خریدار اس مال کی اتنی قیمت دے دے جتنی حقیقت میں اس مال کی نہیں بنتی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دے اور سامان واپس کر کے اپنا پیسہ لے لے۔''

## بازار میں پہنچنے سے پہلے قافلہ والوں کے سامان کو خریدنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ، وَلَا يَبِعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ (سنن النسائي ح: ٤٥٠١)

''تجارتی قافلے سے (مال) خریدنے کے لیے (شہر، یا منڈی وغیرہ سے) باہر نکل کر نہ ملو، اور تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، نہ بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے کا کام کرو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔''

علمائے کرام اس ممانعت کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فعل بازار میں اس خاص سامان کی قلت کا سبب بنتا ہے اور وہ چیز مہنگی ہوجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ، حَتَّى يَدْخُلَ بِهَا السُّوق؟(سنن النسائي: ح : ٤٥٠٣) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آگے جا کر قافلے سے ملا جائے یہاں تک کہ وہ خود بازار آئے (اور وہاں کا نرخ (بھاؤ) معلوم کرلے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اَنَّ النَّبِيّصلى الله عليه وسلم : ''نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَإِنْ كَانَ أَبَاهُ أَوْ أَخَاهُ'' (سنن النسائي: ح ٤٤٩٧)'' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کا سامان بیچے، اگرچہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ. (سنن النسائي: ح ٤٥٠٠)

''لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ رزق (روزی) فراہم کرتا ہے''۔

## ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

سابقہ سطور میں گزرا کہ مہنگائی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ضرورت کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی بھی ہے کہ تجار بھلے وقتوں میں کسی چیز کو خرید کر اپنے پاس اس انتظار میں روک لیں کہ جب وہ چیز بازار میں مہنگی ہو جائے گی تو اسے فروخت کریں گے، واضح رہے کہ شریعت نے تاجروں کو اس سے روکا ہے، حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِءٌ (سنن الترمذي: ح ١٢٦٧) ''گنہگار ہی احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرتا ہے''۔

## حصول برکت والے اسباب کو اختیار کرنا

بلاشبہ شریعتِ اسلامیہ نے حصولِ برکت کے بہت سے آداب وذرائع متعین کیے ہیں۔ ایک انسان جن کو بروئے کار لاکر برکت جیسی نعمت سے محظوظ ہوسکتا ہے۔اور ظاہر سی بات ہے کہ اگر آج بھی برکتوں کا نزول ہو تو ملک ،صوبہ اور شہر غربت و افلاس اور مہنگائی جیسی مصیبتوں سے محفوظ ہوجائے گا اور ہر شخص آرام وسکون کی زندگی بسر کرنے لگے گا اور برکت کی وجہ سے اس کے مال ودولت ہی اس کے لیے کافی ہوں گے اور دردر ہاتھ پھیلانے سے محفوظ ہوگا لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ جن افعال کو شریعت میں باعث برکت قرار دیا گیا ہے ان کی پابندی کرے اور ان کی انجام

دہی کی کوششیں کرے۔ مثلاً حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ، مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا، وَكَتَمَا مُحِقَ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (سنن النسائي: ح ٤٤٦٢)

بیچنے اور خریدنے والے اگر سچ بولیں گے اور (عیب و ہنر کو) صاف صاف بیان کر دیں گے تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی، اور اگر جھوٹ بولیں گے اور عیب کو چھپائیں گے تو ان کی خرید و فروخت کی برکت جاتی رہے گی۔

## مہنگی اشیاء کا متبادل

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مکہ کے اندر کسی موقع سے زبیب (کشمش) کی قیمت بڑھ گئی۔ لوگوں نے خط لکھ کر کوفے میں موجود حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے یہ رائے تجویز فرمائی کہ تم لوگ کشمش کے بدلے کھجور استعمال کیا کرو کیونکہ جب تم ایسا کروگے تو مانگ کی کمی سے کشمش کی قیمت گر جائے گی اور وہ سستی ہوجائے گی (اگر سستی نہ بھی ہو تو کھجور اس کا بہترین متبادل ہے)

عن رزين بن الأعرج مولى لآل الْعَبَّاس قَالَ: غلا علينا الزَّبِيب بِمَكَّة، فكتبنا إِلَى علي بن أبي طَالب بِالْكُوفَةِ؛ أَن الزَّبِيب قد غلا علينا، فَكتب: ''أَن أرخصوه بِالتَّمر (تاريخ ابن معين: الرقم: ٤٧١، ١١٣/٣)

## مہنگی اشیاء کا استعمال ہی ترک کر دینا

ایک بار حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ گوشت کی قیمت میں حد درجہ اضافہ ہوگیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ان کی بات سننے کے بعد کہا: اگر اس کا بھاؤ چڑھ گیا ہے تو کم کردو۔ (لوگوں نے کہا: ہم تو ضرورت مند ہیں، گوشت ہمارے پاس کہاں ہے کہ ہم اس کی قیمت کم کر دیں؟ ابراہیم بن ادہمؒ نے کہا (کہ دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اس کا استعمال کم کردو، یعنی تم اس کو خریدنا ہی چھوڑ دو (کیونکہ جب اس کا استعمال کم ہوجائے گا تو اس کی قیمت بذاتِ خود کم ہوجائے گی) قِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ: ''إِنَّ اللَّحْمَ غَلَا''، قَالَ: ''فَأَرْخِصُوهُ، أَيْ: ''لَا تَشْتَرُوهُ'' (حلية الأولياء: ٣٢/٨)

## اللہ کی طرف رجوع میں اور اعمال میں بڑھوتری اختیار کرنا

کسی اللہ والے نے کہا کہ مانا مہنگائی ہوگئی ہے تو نعوذ باللہ کیا اللہ پاک کے خزانے بھی ختم ہو گئے ہیں تو اپنی دعاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اعمال کی مقدار کیوں نہیں بڑھاتا۔ انہوں نے بڑی زبردست بات کی ، ذرا سوچیں تو سہی، کیا ہم سب نے اپنی مالی پریشانی یا کسی بھی پریشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اعمال اور اپنی دعاؤں کی مقدار میں اضافہ کیا؟

اس کو اس طرح سمجھیں اگر کسی کو بخار، یعنی: ہلکی حرارت ہوجائے تو وہ Paracetamol کی گولی کھاتا ہے مگر اسی شخص کو اگر ٹائیفائڈ ہو جائے تو پھر وہ Antibiotics لیتا ہے اور اس کو کھانے کا ناغہ نہیں کرتا کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ ناغہ کرنے سے اس Antibiotics کا اثر ختم ہو جاتا ہے، میں اس کو یوں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اعمال کی Antibiotics چاہیے پابندی کے ساتھ، وہ اعمال (Antibiotics) جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بتا کر گئے ، ان میں سے کچھ کا ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے اگر ہو سکے تو پابندی کریں ، مستقل مزاجی کے ساتھ اور عمل کرنا نہ چھوڑیں، ان شاء اللہ ان اعمال کی برکت آپکی زندگی میں بہت واضح طور پر نظر آئے گی۔

(ا) فرض نماز کی ہر حال میں لازمی پابندی کریں جتنا ممکن ہو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اللہ آپ کو بہت دے گا۔

(۲) فجر کی نماز کے بعد سو بار سبحان اللّٰہ وبحمدہ ، سبحان اللّٰہ العظیم، استغفر اللّٰہ پڑھیں۔

(۳) دن کے شروع میں ''یس'' پڑھ کر دعا کریں (اللہ آپکے سارے دن کے کام بنا دینگے)

(۴) چاشت کی نماز سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۵) رات کو روزانہ مغرب کے بعد سورہ واقعہ پڑھیں، گھر میں کبھی فاقہ نہیں ہوگا (حدیث)

(۶) کوشش کریں روزانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر رزق میں برکت مانگیں۔

(۷) ہر وقت باوضو رہیں، (اللہ پاک رزق بڑھا دے گا، حدیث)

(۸) اللہ پاک سے چلتے پھرتے باتیں کریں، اللہ پاک کو اپنی پریشانیاں بتائیں (وہ سب جانتا ہے لیکن اسے یہ پسند ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اپنی حاجات رکھے) اور بولیں اللہ پاک آپ کے علاوہ کوئی میری پریشانیاں حل نہیں کرسکتا ، میری مدد

کریں، مجھے اکیلا نہ چھوڑیں،یعنی اپنی دعا کی طاقت کو بڑھائیں۔

اسی طرح مہنگائی مہنگائی کرنے سے مہنگائی کم نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے عملی علاج کی کچھ تدابیر اختیار کرنے کی کوشش کر لی جائے تو ان شاء اللہ انسان سکون میں آ جائے گا،مثلاً:

☆ ہر کسی کو چاہیے کہ صرف ضروری اشیاء کی خریداری پر اکتفا کیا جائے، بلا وجہ زائد از ضرورت اشیاء کی خریداری نہ کی جائے اور اسی پر قناعت کرے تا کہ قرض وغیرہ لینے کی نوبت نہ آئے۔

☆ گھریلو اخراجات کم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استعمال کی چیزوں کی خریداری کے لیے جانے سے قبل ضروری اشیاء کی فہرست بنائیں اور اس کا بغور جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی ان سب چیزوں کی ضرورت ہے اوران کے بغیر گزارہ مشکل ہے؟

☆ آئے روز گوشت اور مرغن کھانوں کے استعمال کے بجائے سبزیاں اور دالیں وغیرہ کھانے کا بھی معمول بنایا جائے کہ عموماً ان کی قیمت گوشت کے مقابلے میں کم ہوتی ہے اور یہ صحت کے لیے مفید بھی ہوتی ہیں۔

☆ اپنے آپ کو اور بال بچّوں کو سادہ غذا اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے کا عادی بنائیں اس سے دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر لگانے اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دواؤں پر آنے والے خرچ سے بھی بچت ہوگی۔

☆ مہنگے موبائل فون، لیپ ٹاپ اور ٹیبلیٹ، پی سی وغیرہ کے بجائے حسبِ ضرورت سادہ موبائل فون سے کام چلانے کی کوشش کی جائے۔

☆ اگر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کوئی چیز مہنگی ہوجائے تو اُسے ترک کر کے دوسری نسبتاً سستی چیز خرید لی جائے۔

آپ یقین کریں آپ کی طرف سے ذکر کردہ اعمال کی پابندی ،آپ کی زندگی میں ان اعمال کی برکت لائے گی ان شاء اللہ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان اعمال کی برکت آپ کے پیاروں کی زندگی میں آئے تو ان کو بھی ان اعمال کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔

---

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

# دارالعلوم کے شب و روز

## نئے تعلیمی سال ۱۴۴۴ھ۔۱۴۴۳ھ کا دوسرا اہم اجلاس

۱۸ جون کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا اہم تعلیمی اجلاس منعقد ہوا، جس میں جامع کے تمام اساتذہ اور ناظمین نے بھرپور شرکت کی، اس اجلاس میں گزشتہ ایک ماہ کی تعلیمی رپورٹ پیش کی گئی اور طلبہ کی تعلیم وتربیت، تکرار و مطالعہ اور ماہانہ جائزوں سے متعلق اہم فیصلے کئے گئے۔

## شعبہ ''تخصصات'' میں معزز مہمانوں کی آمد اور لیکچرز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا شعبہ ''تخصصات'' الحمدللہ بھرپور تعلیمی کارکردگی کی بناء پر ترقی کی منازل طے کررہا ہے، یہاں ہر ہفتے کوئی نہ کوئی علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت کی تشریف آوری ہوتی رہتی ہے۔

بروز ہفتہ ۱۱ جون ۲۰۲۲ء: پاکستان کی ممتاز علمی، ادبی اور سیاسی شخصیت جناب بیرسٹر ظفراللہ خان صاحب ایک وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، آپ نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا تفصیلی دورہ کیا، بعد ازاں ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کی درسگاہ میں انہوں نے ''فقہ حنفی کی تدوین، فقہائے کرام کے کارنامے اور بین الاقوامی قانون کیساتھ اس کا تعلق'' کے موضوع پر تقریباً سوا گھنٹہ علمی محاضرہ (لیکچر) دیا۔ اس محاضرہ کے موقع پر عم محترم و نگران تخصصات حضرت مولانا راشد الحق سمیع، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا اسرار مدنی، مولانا سید حبیب اللہ شاہ، مولانا اسامہ سمیع، مفتی یونس صاحبان و دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ اسی روز شعبہ آئی ٹی کے ماہر جناب حیدر علی صاحب بھی تشریف لائے اور ڈیجیٹل مارکیٹنگ کے حوالے سے طلبائے تخصص کو تفصیلی بریفنگ دی۔ ☆ ۷ جون کو کینیڈا سے آئے ہوئے وفد پروفیسر جیسن نیلسن، پروفیسر ڈاکٹر علی حسن زیدی، ڈاکٹر عظمت عباس، مولانا محمد اسرار مدنی کے ہمراہ تشریف لائے، حضرت مہتمم مدظلہ سے ان کے دفتر میں ملے تاریخ اور نظام کے حوالے سے گفتگو کی، مدیر ''الحق'' عم محترم مولانا راشد الحق صاحب مدظلہ سے جامعہ میں تفصیلی ملاقات کی، بعد ازاں تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی کلاس میں لیکچر دینے ڈاکٹر علی حسن زیدی نے ''مذہب اور ماڈرن ازم'' جبکہ ڈاکٹر جیسن نے ''گندھارا تہذیب'' سے متعلق گفتگو کی۔ ڈاکٹر عظمت عباس نے دینی مدارس کے حوالے سے اپنی ریسرچ کے متعلق بتایا۔ ☆

☆ ۲ جون اور ۲۲ جون کو مولانا میاں ایاز احمد حقانی (خلیفہ مجاز مفتی محمد فریدؒ) دارالعلوم تشریف لائے

اور تصوف و سلوک کے موضوع پر جامع لیکچرز دیئے۔ جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع سے ان کے دفاتر میں ملاقاتیں کیں۔
۱۳ جون کو ''تلخیص البیان فی فہم القرآن'' کے مؤلف اور مہتمم جامعہ عثمانیہ شورکوٹ جھنگ حضرت مولانا زاہد انور صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور شعبہ ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' کے طلباء سے ترجمہ وتفسیر کے حوالے سے خصوصی لیکچر دیا۔

## تعلیم القرآن حقانیہ سکول کی اپ گریڈیشن

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے تقسیم پاک و ہند سے قبل ۱۹۳۷ء میں ''انجمن تعلیم القرآن'' کے نام سے ایک پرائمری سکول قائم کیا تھا، جس میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سرپرستی ونگرانی میں ترقی کرتے ہوئے اس کو ہائی سکول کے درجہ تک پہنچا دیا گیا، نائب مہتمم مولانا حامد الحق صاحب مدظلہ اور مولانا راشد الحق سمیع کی خصوصی محنت اور کاوشوں سے اسے جون ۲۲۰۲ء میں گورنمنٹ کی منظوری کے بعد ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گلشن علم وادب کو آباد رکھے۔

## دارالعلوم حقانیہ میں مہمانوں کی آمد

۳۱ رمئی: سوئٹزرلینڈ سے آئے ہوئے معزز مہمان ریسرچ سکالر محمد عزیر جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، اسی روز جناب اورنگزیب صاحب ریسرچ اسکالر (جوکہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں) بھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع صاحب سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے حوالے سے تفصیلی انٹرویو لیا۔
۱۳ جون کو انگلینڈ آکسفورڈ سے آئی ہوئی ماہر تعلیم وصحافی نے جامعہ حقانیہ کا دورہ کیا اور نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ملاقات کی اور ان کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اسی طرح برطانیہ سے آئے ہوئے تبلیغی حضرات نے جامعہ حقانیہ کا دورہ کیا اور دارالعلوم کے مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔

## حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲۱ مئی: دارالعلوم کے قدیم فاضل حضرت مولانا اقبال اللہ صاحب (کراچی) حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ یکم جون کو حضرت مہتمم صاحب نے وفاق المدارس کے زیراہتمام ضمنی امتحانات کی نگرانی فرمائی۔ ۸ جون: حضرت مہتمم صاحب نے اقراء روضۃ الاطفال ٹرسٹ اکوڑہ خٹک کے سکول کا

سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی۔تقریب میں علاقہ بھر کے عوام اور جامعہ کے اساتذہ بھی موجود تھے۔

## حضرت نائب مہتمم صاحب کی مصروفیات

۲۸مئی کو ضلع کرک کے امیر مولانا سبز علی خان صاحب کی قیادت میں آئے ہوئے وفد سے ملاقات کی۔
۲رجون کو ملتان کے امیر قاری سعید رحیمی صاحب نائب مہتمم مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔
۱۰ جون کو جمعیت علمائے اسلام (س) کے زیر اہتمام ملک بھر میں بھارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہونے والی گستاخی کے خلاف مظاہروں کا اہتمام کیا گیا، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے بعد از نماز جمعہ اکوڑہ خٹک میں بہت بڑے مظاہرے کی قیادت کی۔

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے اپنے دورہ صوابی کے دوران حضرت شیخ القرآن حضرت مولانا نور الہادی صاحب مدظلہ شاہ منصوری اور پیر طریقت حضرت مولانا اعزاز الحق صاحب مدظلہ کے اداروں کا دورہ کیا اور طلبہ کرام اور علماء سے ملاقاتیں کیں۔

۱۲رجون کو والد محرم مدظلہ سے جمعیت علماء اسلام کے پی کے کے صوبائی جنرل سیکرٹری مولانا محمد اسرائیل نے اکوڑہ خٹک میں ملاقات کی اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا۔

۲۳جون: افغانستان میں آنے والے ہولناک زلزلے کے نتیجے میں ہونے والے جانی و مالی نقصانات پر مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے افغان ملت سے تعزیت کی اور عالمی اداروں اور اقوام متحدہ سے افغان قوم کی مالی امداد کی اپیل کی۔

**وفیات:** حضرت مہتمم صاحب مدظلہ ۲۸مئی کو ملک حاجی سردار مرحوم کی اہلیہ کے جنازہ کے لئے صدہ ضلع کرم ایجنسی تشریف لے گئے اور جنازہ پڑھایا۔ آپ کے ہمراہ حضرت مہتمم کے خادم خاص مولانا ظفر الحق صاحب بھی تھے، واپسی پر جامعہ حقانیہ کے فضلائے کرام نے مختلف جگہوں پر حضرت مہتمم صاحب سے ملاقاتیں کیں اور ان سے دعائیں لیں۔۱۴جون کو دارالعلوم حقانیہ کے استاد مولانا حافظ شوکت علی حقانی صاحب کے ماموں سسر بقضائے الٰہی انتقال فرما گئے،تعزیت کے لئے جامعہ کے اساتذہ و مشائخ نے ان کے گاؤں میاں خان کاٹلنگ مردان تشریف لے گئے۔

۲۵مئی: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ جامعہ حقانیہ کے سابق مدرس اور ناظم مولانا حافظ محمد ایوب صاحب سے ان کے بھائی کی وفات پر تعزیت کے لئے ان کی رہائش گاہ مانکی ضلع صوابی تشریف لے گئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور جمعیت علماء اسلام صوابی کے رہنما مولانا ولی بہادر حقانی مرحوم کی وفات پر تعزیت کیلئے ان کی رہائش گاہ شاہ منصور صوابی تشریف لے گئے۔

مبصر مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

# تعارف وتبصرہ کتب

- **حیات وخدمات** (شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی) مؤلف: مولانا محمد اکبر شاہ بخاری

ناشر: مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا مرتبہ ومقام اکابر علماء میں بہت بلند تھا، آپ کے علمی وتحقیقی کارنامے علمی وعملی جدوجہد اور قیام پاکستان کے لئے آپ کی کاوشیں تاریخ کا روشن باب ہے۔ آپؒ کے تذکرہ وسوانح پر اب تک کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں، زیرتبصرہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں شیخ الاسلامؒ کے حالات، کمالات، دینی، علمی، تصنیفی وتدریسی، سیاسی اور ملی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب میں مشاہیر علم وفضل کے نادر مقالات ومضامین جمع کئے گئے ہیں جو شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد لکھے گئے، حضرت مولانا قاری محمد اکبر شاہ بخاری مدظلہ کثیر التصانیف بزرگ ہیں، انہوں نے کئی کتابیں اکابر ومشاہیر کے تذکرے وسوانح لکھے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے ان کی عقیدت ومحبت بے پناہ ہونے کی وجہ سے ۶۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی۔ کتاب علماء، طلباء، کالج ویونیورسٹی کے طلبہ اور تاریخ اکابر سے محبت رکھنے والے حضرات کے لئے گرانقدر تحفہ ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی)

- **روشن چہرے اجلے لوگ** مؤلف: مولانا سید عزیز الرحمٰن

ضخامت: ۲۹۶ صفحات ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز 18/4A ناظم آباد نمبر 4 کراچی 74600

اردو ادب میں وفیات نگاری کو ایک علیحدہ صنف کا درجہ حاصل ہے اور عرصہ دراز سے وفیات نویسی کا ایک مضبوط روایت موجود ہے، دنیا سے رخصت ہونے والے علمی، ادبی، روحانی اور سماجی شخصیات کی زندگیوں، اعمال، خدمات اور کرداروں کو محفوظ کرنا ایک اہم ذمہ داری بھی ہے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے ان کی زندگی اور کردار مشعلِ راہ ثابت ہو، دینی مجلّات کافی عرصہ سے وفیات نگاری کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور وفات پانے والی شخصیات (خواہ جن کا تعلق کس بھی طبقہ سے ہو) کے متعلق مجلّے کے مدیر کلمات تعزیت کے ساتھ ساتھ ان کی کردار اور خدمات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، بعد وہ تمام بکھرے مضامین یا تو خود مدیر مجلّہ یا ان کے بعد ان کے تلامذہ جمع اور

مرتب کرتے ہیں، اس سلسلے میں کافی علمی ذخیرہ یادرفتگاں اور ذکر رفتگاں یا دیگر مناسب ناموں سے منظر عام پر آچکا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''روشن چہرے اجلے لوگ'' بھی اس سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے جو مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب کے قلم سے نکلے بکھرے ہوئے مضامین کا گلدستہ ہے جو انہوں نے ماہنامہ ''تعمیر افکار'' میں وقتاً فوقتاً لکھے ہیں، ان مضامین کا دورانیہ تقریباً اٹھارہ بیس برسوں پر مشتمل ہے، اب ان تمام مضامین کو یکجا کتابی شکل میں مرتب کر کے نظر ثانی اور کچھ حک و اضافوں کے بعد شائع کیا گیا، ۳۳ر شخصیات کے مختصر مگر جامع تذکرہ اور سوانح پر مشتمل یہ مجموعہ ایک قابل قدر کاوش ہے، استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر لکھا گیا ایک تفصیلی مضمون بھی اس مجموعے کا حصہ ہے، مولانا شہیدؒ کا تذکرہ مدیر محترم نے نہایت جاندار، مختصر مگر جامع انداز میں پیش کیا اور ان کی زندگی، علمی خدمات اور شہادت تک کے سفر کو نہایت مختصر مضمون میں اچھے اسلوب سے سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں شامل شخصیات وہ ہیں جن کی اپنے اپنے شعبوں میں گرانقدر خدمات ہیں، اہل علم و ادب کے لئے یہ کتاب ایک انمول تحفہ اور قیمتی سوغات سے کم نہیں۔ عامہ الناس اور خواص دونوں یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

● ماہنامہ ''المہر بان'' مدیر اعلیٰ: مولانا سید مقسط علی شاہ بخاری 0300 5987599
ضخامت: ۴۰ صفحات منگوانے کیلئے: دفتر ماہنامہ ''المہر بان، دارالتصنیف اکوڑہ خٹک

مولانا سید مقسط علی شاہ بخاری جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قابل فاضل اور لائق فرزند اور ایک علمی وروحانی خاندان سادات کے چشم و چراغ ہیں۔ تاریخ اکابر کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں، اپنے مشائخ و اکابر اور خاندانی بزرگوں کے احوال و آثار کو زندہ رکھنے کیلئے ماہنامہ ''المہر بان'' کا اجراء فرمایا جو کہ نہایت عمدہ کاوش ہے۔ افکار بخاری کے نام سے مدیر اعلیٰ کا اداریہ ہے جس میں رسالے کے اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں، اقوال زرین کے عنوان سے پیر طریقت حضرت مولانا الحاج سید مہربان علی شاہؒ کے اقوال ہیں، حضرت مولانا پروفیسر اظہار الحق صاحب کا مضمون ''حصول علم آخری سانس تک''، یتیموں کی کفالت از مدیر، قرآن اور صاحب قرآن از مولانا حفظ الرحمٰن، خواجہ قطب الدین کاکیؒ از مولانا عبدالقیوم حقانی، اسلامی کہانیاں از حافظ محمد ادریس طوروؒ، عیدالفطر انابت الی اللہ از مدیر جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ ماہنامہ ''الحق'' ''المہر بان'' رسالہ کو دنیائے صحافت میں خوش آمدید کہتا ہے اور اس کی ترقی کیلئے دعا گو ہے۔ امید ہے کہ مدیر مجلّہ اس مجلّے کو مزید نکھارنے میں اپنا کردار ادا

کریں گے رسالہ کی بہتری کے متعلق اہم تجاویز اور مفید مشورے مولانا راشد الحق سمیع اور راقم نے مدیر کے گوش گزار کئے ہیں اور ادارہ ''الحق''، مستقبل میں بھی ہر طرح کی فنی، ادبی اور علمی معاونت جاری رکھے گا۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **خلاصۃ التفسیر** افادات: حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب

ضبط وترتیب: مولانا شہزادہ حقانی ناشر: دارالعلوم ربانیہ باڑہ شیخان

قرآن کریم ایک ایسی مقدس کتاب ہے جو پوری انسانیت کے لئے ذریعہ رشد و ہدایت ہے، قرآن کریم کے علوم ومعارف، حکم وعبر اور تشریحات لامتناہی ہے، قرآن کی تفسیر وتشریح پر ہر زمانے کے اہل علم نے تحریری اور تقریری طور پر کافی کام کیا اور اب تک یہ سلسلہ مبارکہ جاری ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''خلاصۃ التفسیر'' اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ کی تفسیری افادات پر مشتمل ہے، موصوف جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قدیم فاضل، دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ گیٹ کے شیخ الحدیث والتفسیر ہیں، عرصہ دراز سے شعبان ورمضان کے تعطیلات میں دورہ تفسیر پڑھاتے ہیں جس سے سینکڑوں طلبہ مستفید ہوتے ہیں ان کی تفسیری افادات مولانا شہزادہ حقانی (مہتمم دارالعلوم ربانیہ باڑہ شیخان پشاور) نے مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی مرتب موصوف مولانا عطا الرحمٰن صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں آپ نے دوران درس حضرت کی تفسیر کا خلاصہ لکھا ہے اور اکابر ومشائخ کی تقاریظ سے مزین کرکے شائع کیا ہے، علم تفسیر سے شوق رکھنے والے طلبہ وطالبات اور اساتذہ کیلئے خاصے کی چیز ہے اور اپنے موضوع پر ایک گرانقدر قیمتی سوغات ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **تعلیل القرآن** تالیف: مفتی محمد کلیم الدین کنگی

ضخامت: ۱۵۰ صفحات ناشر: مکتبہ الایمان کراچی رابطہ نمبر: 03323552382

دینی مدارس میں جو علوم وفنون پڑھائی جاتی ہیں ان میں سے ایک فن ''فن صرف'' بھی ہے اس فن کے جو کتب پڑھائی جاتی ہیں ان کتب میں قواعد کی تفہیم کے لئے جن مثالوں کا ذکر ہوتا ہے، اس میں قرآنی آیات پر مشتمل امثلہ کا بہت کم ذکر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے طلبہ قرآن کریم میں ان قواعد کی تطبیق کرنے سے قاصر ہوتے ہیں حالانکہ فن صرف قرآن کریم کو کما حقہ سمجھنے کیلئے ہی شامل نصاب کیا گیا ہے، کسی لفظ کے مشتقات، صیغے، تعلیل، تخفیف اور ادغام وغیرہ سمجھنے کے بغیر نہ ترجمہ اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور نہ علی وجہ البصیرت تفسیر کا حق ادا ہوسکتا ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''تعلیل القرآن'' کومفتی محمد کلیم الدین کٹکی نے نہایت عرق ریزی سے قرآن کریم (سورہ ق تا سورہ الناس تک) کے معلل کلمات کی تعلیل اور معلل کلمات کے مشبہ کلمات کی توجیہات پرتحریر کی ہے، نہایت آسان اسلوب عام فہم انداز میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اپنے موضوع پر ایک انمول تحفہ سے کم نہیں طلبہ اوراساتذہ دونوں کے لئے قرآن کریم میں موجود معلل کلمات کی اصل تک رسائی اورتغیرات کی پہچان کیلئے ایک مفید کتاب ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کوطلبہ کیلئے قرآن فہمی کا ذریعہ بنائے (آمین)

● **علماء کیلئے سال لگانے کی ترتیب اور رہنمائے سفر** مرتب: مولانا نصیرالدین چکیسری

ضخامت: ۱۹۲صفحات ناشر: مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم چکیسر ضلع شانگلہ

اللہ تعالیٰ نے اس پورے کائنات کی تخلیق انسان کے لئے کی ہے اور انسان کو پیدا کیا ہے محض اپنی عبادت کے لئے اوراسی انسان کے ہدایت اورصراط مستقیم پر چلنے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ رب العزت سے جوڑنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انبیائے کرام علیہم السلام کومبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں میں تشریف لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اظہارحق اور ابطال باطل تھا اور اس کا عملی مظاہرہ دعوت کے ذریعے ہی ممکن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے میں بسر کی، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے علماء، مبلغین اور مصلحین نے برابر یہ سلسلہ جاری رکھا، گزشتہ قریب زمانے میں اس امت کے ایک مصلح عالم باعمل مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے امت کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے یہی سلسلہ مسلسل جاری رکھا اب اس کے اثرات چار دانگ عالم میں پورے آب و تاب سے جاری ہے، اس جماعت میں علماء کی شمولیت اور پھر اس نہج پر آگے کام کرنا اس امت کے لئے نیک شگون ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ''علماء کے لئے سال لگانے کی ترتیب اور رہنمائے سفر'' اس سلسلے میں لکھی گئی ہے جس میں مؤلف موصوف نے سب سے پہلے دعوت وتبلیغ کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے پھر مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی تحریک سے متعلق تفصیلی تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد اس جماعت میں علماء کی شمولیت کے متعلق روشنی ڈالی ہے اور اس جماعت کے ساتھ سال لگانے والے علماء کے لئے رہنماء اصول بھی تفصیل سے ذکر کی ہے، ساتھ اس سلسلے میں جو سفر ہوتا ہے اس سفر کے بھی کچھ رہنماء اصول جماعت کے اکابرین نے وضع کیے ہیں تو اس کو بھی تفصیلاً بیان کیا ہے، یہ مختصر مگر جامع کتاب اپنے

موضوع پر ایک اچھی کاوش ہے، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ ایک بہترین مجموعہ ہے۔

● **عجمی په حرم کبنې (حصہ سوم) (پشتو نعتیہ مجموعہ)** شاعر: صوفی عبدالحنان عارف

مرتب: مولانا محمد داؤد حقانی ضخامت: ۱۷۶ صفحات ناشر: مرکہ خپرندہ بہ ٹولنہ مردان 03005729387

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت مسلمان کے ایمان کا حصہ ہوتا ہے اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں، اسی عشق ومحبت کا اظہار مسلمان مختلف طریقوں سے کرتا ہے، جس میں شعروشاعری کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات بیان کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ کا ذکر کرتا ہے، اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عشق کرتا ہے، انہی خوش قسمت شعراء میں صوفی عبدالحنان عارف بھی ہیں، جنہیں شاعری و مدح نبویؐ ورثہ میں ملی ہیں، ان کے خاندان کے بہت سے افراد شاعر و نعت گو ہیں، آپ کے نعتیہ کلام کا پہلا مجموعہ آپ کے لائق فرزند مولانا داؤد علی حقانی نے مرتب کر کے عشاق کی خدمت میں پیش کیا ہے، پشتو نعت خوانوں اور پشتو پڑھنے والوں کے یہ ایک بہترین تحفہ ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **خطبات ہزاروی** مؤلف: مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی

ضخامت: ۷ جلدیں ناشر: مکتبہ الارشاد، ملیر ہالٹ کراچی۔ 0333 3730428

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ لائق مدرس، شفیق استاد اور صاحب طرز خطیب ہیں، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ کے شیخ الحدیث ہیں، علم وتحقیق اور وسعت مطالعہ کے پیش نظر آپ کے خطبات عام و خاص میں مقبول ہیں۔ آپ اپنے بیانات وخطبات میں غیر مستند اور من گھڑت روایت و واقعات بیان نہیں فرماتے، عموماً آپ کے بیانات میں عمل پر برانگیختگی ہوتی ہے، باطل عقائد، بدعات و رسومات اور سماجی برائیوں پر عقلی ونقلی دلائل سے رد فرماتے ہیں جس سے سامعین کے دلوں سے شکوک وشبہات رفع ہوجاتے ہیں۔ خطبات ہزاروی کی پہلی جلد بیس خطبات پر مشتمل ہے جس میں سیرت، درود شریف، اخلاق حسنہ، خدمت خلق، اتباع سنت اور توہین رسالتؐ جیسے عنوانات پر بیانات ہیں۔ دوسری اور تیسری جلد میں ۱۹، ۱۹ بیانات توحید، تقدیر، علم، قرآن، ارکان خمسہ، مناقب صحابہؓ واہل بیتؓ کے عنوان پر ہیں۔ چوتھی جلد میں ۲۱ اور پانچویں اور چھٹی جلد میں ۲۰، ۲۰ خطبات ہیں جبکہ ساتویں جلد ۲۹ خطبات پر مشتمل ہے۔ کتاب علمی، تحقیقی و اصلاحی بیانات پر مشمل ہے جو کہ ہر خطیب کی ضرورت ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی)